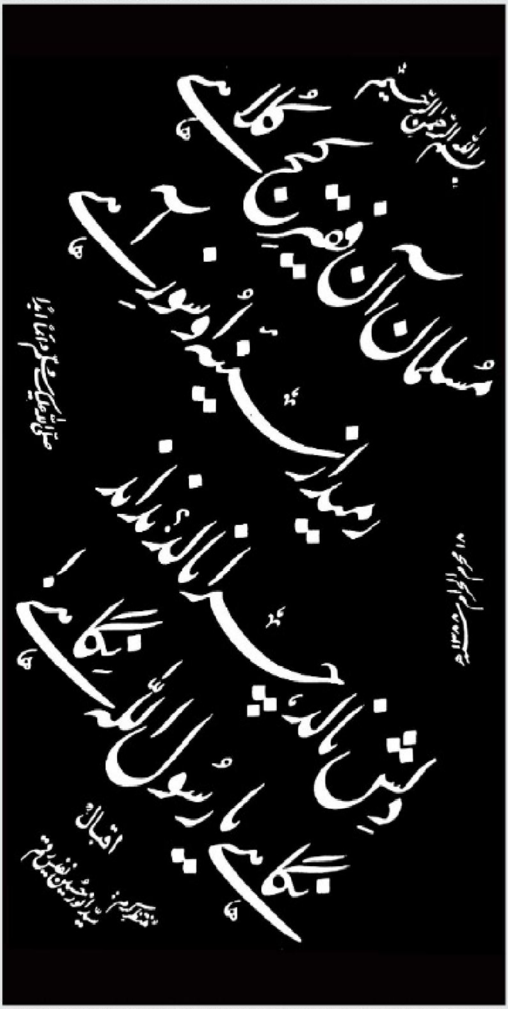
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

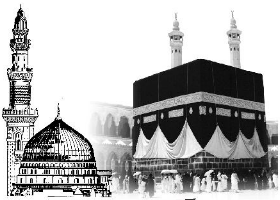



مسلمان آں فقیرے کج کلاہے
رمید از سینۂ او سوز آہے
دلش نالد چرا نالد نداند
نگاہے یا رسول اللہ نگاہے
اقبال

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ (القرآن)

ھُوَالْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ ۔ لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمٖ



ماہنامہ نورالحبیب بصیرپور

Regd No. PS | CPL - 25 ISSN 1993- 4238

زیرظل عاطفت

فقیہ اعظم حضرت مولانا ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی قدس سرہٗ

بانی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ و ماہنامہ نورالحبیب

ذوالحجۃ الحرام ۱۴۴۳ھ | جلد نمبر 34

جولائی 2022ء | شمارہ نمبر 7

مدیر اعلیٰ

صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری

مجلس ادارت

- مولانا محمد منشاء تابش قصوری
- پروفیسر خلیل احمد نوری
- صاحبزادہ محمد نعیم اللہ نوری
- صاحبزادہ محمد فیض المصطفیٰ نوری
- پروفیسر حافظ محمد اعظم نوری
- پروفیسر محمد امین صابر القادری
- مولانا محمد ساجد ستار نوری
- صحافی محمد اصغر مجددی

قانونی مشاورت

- میاں فیض علی ایڈووکیٹ سپریم کورٹ
- صاحبزادہ محمد سعد اللہ نوری ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

منیجر: مولانا غلام عباس نوری ایزی پیسہ اکاؤنٹ: 0346-1276516

تزئین: مولانا محمد یوسف نوری

کمپوزنگ: نوری کمپوزنگ سنٹر بصیرپور شریف

سرورق:

جو قارئین ماہنامہ "نورالحبیب" بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ سالانہ چندہ کے ساتھ مبلغ =/120 روپے مزید بھیجیں، ہر ماہ رسالہ بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک پوسٹ کر دیا جائے گا۔ ان شاء المولیٰ تعالیٰ

ترسیل زر کا پتہ: انجمن حزب الرحمٰن (شعبۂ تبلیغ) دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور ضلع اوکاڑا پوسٹ کوڈ 56011

E-Mail: noorulhabibmonthly@gmail.com

www.facebook.com/mohibnoori

www.facebook.com/hanfiafaridiah

خصوصی چندہ سالانہ: =/2000 روپے

عمومی چندہ سالانہ: =/500 روپے

فی کاپی: 50 روپے

ناشر محمد محب اللہ نوری نے گنج شکر پرنٹرز لاہور سے چھپوا کر دفتر نورالحبیب بصیرپور سے شائع کیا

اس شمارے میں

منظومات

مسائلِ قربانی، حج اور زیارتِ مدینہ منورہ کے حوالے سے مضامین گزشتہ شمارہ (جون) میں ملاحظہ فرمائیں

ماہ نامہ نور الحبیب میں کاروباری اشتہار دینے والے اداروں یا افراد سے معاملات کا ادارہ نور الحبیب ذمہ دار نہیں ہے۔
ادارہ کا مضمون نگار کی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

حمد رب جلیل

فکر اَسفل ہے مری، مرتبہ اعلیٰ تیرا

فکر اَسفل ہے مری ، مرتبہ اعلیٰ تیرا
وصف کیا خاک لکھے خاک کا پتلا تیرا

طور پر ہی نہیں موقوف اُجالا تیرا
کون سے گھر میں نہیں جلوۂ زیبا تیرا

ہر جگہ ذکر ہے اے واحد و یکتا تیرا
کون سی بزم میں روشن نہیں اِکا تیرا

پھر نمایاں جو سر طور ہو جلوہ تیرا
آگ لینے کو چلے عاشقِ شیدا تیرا

باغ میں پھول ہوا ، شمع بنا محفل میں
جوشِ نیرنگ در آغوش ہے جلوہ تیرا

نئے انداز کی خلوت ہے یہ اے پردہ نشیں
آنکھیں مشتاق رہیں دل میں ہو جلوہ تیرا

شہ نشیں ٹوٹے ہوئے دل کو بنایا اُس نے
آہ اے دیدۂ مشتاق یہ لکھا تیرا

سات پردوں میں نظر اور نظر میں عالم
کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ معما تیرا

چار اضداد کی کس طرح گرہ باندھی ہے
ناخنِ عقل سے کھلتا نہیں عقدہ تیرا

آمدِ حشر سے اک عید ہے مشتاقوں کی
اسی پردے میں تو ہے جلوۂ زیبا تیرا

سارے عالم کو تو مشتاقِ تجلی پایا
پوچھنے جایئے اب کس سے ٹھکانا تیرا

طور پر جلوہ دکھایا ہے تمنائی کو
کون کہتا ہے کہ اپنوں سے ہے پردہ تیرا

کام دیتی ہیں یہاں دیکھیے کس کی آنکھیں
دیکھنے کو تو ہے مشتاق زمانہ تیرا

اتنی نسبت بھی مجھے دونوں جہاں میں بس ہے
تو مرا مالک و مولیٰ ہے میں بندہ تیرا

اب جماتا ہے حسنؔ اس کی گلی میں بستر
خوب رویوں کا جو محبوب ہے ، پیارا تیرا

استاذِ زمن علامہ حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ

نعت رسول مقبول

واہ اے عطرِ خدا ساز مہکنا تیرا

جن و اِنسان و ملک کو ہے بھروسا تیرا
سرورا مرجعِ کل ہے درِ والا تیرا

واہ اے عطرِ خدا ساز مہکنا تیرا
خوب رو ملتے ہیں کپڑوں میں پسینہ تیرا

دَہر میں آٹھ پہر بٹتا ہے باڑا تیرا
وقف ہے مانگنے والوں پہ خزانہ تیرا

لا مکاں میں نظر آتا ہے اُجالا تیرا
دُور پہنچایا ترے حسن نے شہرہ تیرا

خسروِ کون و مکاں اور تواضع ایسی
ہاتھ تکیہ ہے ترا ، خاک بچھونا تیرا

خوب رویانِ جہاں تجھ پہ فدا ہوتے ہیں
وہ ہے اے ماہِ عرب حسنِ دل آرا تیرا

دشتِ پُر ہول میں گھیرا ہے درندوں نے مجھے
اے مرے خضر اِدھر بھی کوئی پھیرا تیرا

بادشاہانِ جہاں بہر گدائی آئیں
دینے پر آئے اگر مانگنے والا تیرا

پاؤں مجروح ہیں منزل ہے کڑی بوجھ بہت
آہ گر ایسے میں پایا نہ سہارا تیرا

اچھے اچھے ہیں ترے در کی گدائی کرتے
اُونچے اُونچوں میں بٹا کرتا ہے صدقہ تیرا

بھیک بے مانگے فقیروں کو جہاں ملتی ہو
دونوں عالم میں وہ دروازہ ہے کس کا؟ تیرا

کیوں تمنا مری مایوس ہو اے ابرِ کرم
سُوکھے دھانوں کا مددگار ہے چھینٹا تیرا

حشر کی پیاس سے کیا خوف گنہ گاروں کو
تشنہ کاموں کا خریدار ہے دریا تیرا

سوزنِ گم شدہ ملتی ہے تبسم سے ترے
شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

اُونچی ہو کر نظر آتی ہے ہر اک شے چھوٹی
جا کے خورشید بنا چرخ پہ ذرّہ تیرا

استاذِ زمن علامہ حسن رضا خاں علیہ رحمۃ اللہ

اٹھو! محمد ﷺ کے جاں نثارو!

علامہ محمد ساجد ستار نوری

ہمارے آقا و مولا، آدم و بنی آدم کا شرف ہیں، اعتبارِ انسانیت ہیں، اقوام عالم کے لیے سراپا رحمت ہیں۔ دنیا میں جتنی وجوہ بھی حق تلفی اور استحصال کی ہوسکتی ہیں، ہمارے حضور نے صدیوں قبل اس کا سد باب فرما دیا ہے۔ ذات پات کا نظام ہو یا گورے و کالے کی تقسیم، یوں ہی انسان میں عربی و عجمی کی تفریق کرتی کوئی فکر ہو، پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنے مبارک قدموں تلے، انسانی تقسیم کی سبھی مکروہ صورتیں روند ڈالیں۔

ایسے عدیم النظیر محسنِ انسانیت اور کامل ہستی پر ہمارے ازلی دشمن ہندوستان کی موجودہ حکمران ''بھارتی جنتا پارٹی'' کی رکن نے (خاکم بدہن) کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی ہے۔ آپ کی مبارک سیرت و کردار کو دنیا کی نظر میں گدلانے کی ناکام و ناپاک جسارت کی ہے:

اب بھی ظلمات فروشوں کو گلہ ہے تجھ سے
رات باقی تھی کہ سورج نکل آیا تیرا

۱۹۹۲ء میں بابری مسجد کی شہادت اور ۲۷ سال بعد ۲۰۱۹ء میں ہندوؤں کے حق میں بھارتی عدلیہ کا فیصلہ اور اس جگہ پر مندر کی تعمیر کے فیصلے کے بعد ''ہندو غنڈے'' مزید متحرک ہوئے۔ شدت پسند ہندوؤں کی جماعت ''آر، ایس، ایس'' نے یہ بہتان لگا کر سیکڑوں مساجد گرانے کی تحریک چلا رکھی ہے کہ یہاں ماضی کے ادوار میں مندر ہوا کرتے تھے۔ اتر پردیش کے

شہر متھرا کی ایک مسجد (جو ایک مندر سے ملحق ہے)، پر بھی دعویٰ کیا جارہا ہے کہ ان کے کسی کرشن نامی دیوتا کی جنم بھومی ہونے کی بنا پر اسے گرا کر مندر میں شامل کیا جائے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَ نَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ!

""مسجدیں ڈھاؤ، مندر بناؤ"" کی اسی ذہنیت کے پیشِ نظر ""وارانسی"" (انڈیا) میں ""کاشی وشوناتھ مندر"" کے ساتھ؛ ۱۷ویں صدی سے قائم ایک مسجد پر دائر ایسے ہی ایک مقدمہ کے بارے، ٹی وی پر ہونے والے مباحثہ میں اس دریدہ دہن نے نازیبا الفاظ بکے۔ اس 'گاؤ موتر' نوشِ جاں کرنے والی کو کیا معلوم کہ اس نے دنیا بھر میں بسنے والے پرامن فرزندانِ توحید و رسالت کو بیٹھے بٹھائے ذہنی و قلبی اذیت سے دوچار کر دیا۔ دنیا کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے Basic human and democtratic right پر کس طرح ڈاکا ڈالا اور اس پر دیدہ دلیری اور ڈھٹائی ""ہندوتوا"" کی ذہنیت و نفسیات کو آشکار کر رہی ہے۔

تاہم! رب تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ امت، اپنی لاتعداد غفلتوں اور ناکردہ کاریوں کے باوصف؛ چوکنا و بیدار ہے۔ Over the globe مسلمانوں نے اس پر موثر احتجاج کیا ہے۔ شنید ہے کہ عرب ریاستوں نے بھی Stand لیتے ہوئے انڈین حکومت کو اپنے خدشات اور جذبات سے آگاہ کیا ہے۔ جس کا اثر بھی محسوس کیا گیا کہ بدنام زمانہ پارٹی ""بی جے پی"" نے اس حیا باختہ نوپور شرما (Nupur Sharma) کی پارٹی رکنیت منسوخ کر دی ہے۔ ظاہری کارروائی ہی سہی! لیکن شاطر ہندو یہ پسپائی بھی پہلی بار اختیار کرنے پر مجبور ہوا۔ اس کی بڑی وجہ مودی کے یاروں، یعنی بعض عرب امراء کی طرف سے خلافِ توقع ملنے والا ردّعمل بھی ہے۔ آفرین ہے ہندوستان کے عاشقانِ حبیبِ داور ﷺ پر جو ہر طرح کا ظلم گوارا کر رہے ہیں۔ احتجاج میں سرگرم مسلمانوں کے گھروں کو اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر کے بل ڈوز (Bulldoze) کروایا جارہا ہے، عقوبت خانوں میں سزائیں دی جارہی ہیں، مگر لبیك یا رسول اللّٰہ کی صدائیں بلندتر ہو رہی ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں! امت بجا طور پر جانتی ہے کہ وہی ﷺ ہماری غایتِ اولیٰ ہیں، وہی جوہرِ ایماں ہیں، وہی امت کی ""لائف لائن"" ہیں، ان کی حرمت ہی ملتِ اسلامیہ کا ""ریڈ زون"" ہے۔

جہاں، پورے عالم میں صدائے احتجاج بلند ہوئی، معلوم نہیں کن وجوہ کی بنا پر

پاکستانی حکومت نے اس شدت سے ردِّ عمل کا مظاہرہ نہیں کیا، جو ایمانی تقاضا بنتا ہے۔

پوری دنیا میں بے شمار اقوام بستی ہیں، جن کی زبان، مذہب، لباس، مقدسات و سیاسی و سماجی نظریات مختلف ہیں۔ ''مہذب'' دنیا ہر ایک کے حقوق دینے اور دلانے پر آمادہ ہے۔ عالمی قانون، کسی کی دل آزاری نہ کرنے کی ضمانت دیتا ہے۔ سب کے حقوق مسلّم، سب کی اقدار محفوظ، یہودی تاریخ پر تحقیق و تفتیش پر پابندی، مگر یہ سب محبتیں، عنایتیں، کفار و اعدائے اسلام کے لیے ہیں۔ محمد عربی ﷺ کے نام لیواؤں کے یہ حقوق نہیں، ان کا حق نہیں کہ وہ اپنے حق مانگیں۔ روس کی یوکراین سے جنگ نے پورے عالم کفر کو بے قرار سا کر دیا، مگر روہنگیا مسلمانوں کی نسل کشی کی گئی، زندہ جلا دیا گیا، ذبح کیا گیا، اجتماعی قبروں میں دبا دیا گیا، کسی کی ''رگِ تہذیب'' نہ پھڑکی۔ فلسطین و کشمیر، لیبیا و عراق اور دو دہائیوں تک جاری رہنے والی افغان جنگ جیسے سلگتے مسائل سے امت نبرد آزما ہے، لیکن حقوق کے اس نام نہاد عالمی ڈھنڈورچی کو کچھ نظر نہ آیا، نہ آئے گا۔ بہ ہر حال انڈیا کی حالیہ بے ہودہ گوئی کے تناظر میں چند ایک گزارشات پیشِ خدمت ہیں:

❶...... اقوام عالم میں غیرت و حمیت کا بڑا مقام ہے، جو قوم غیرت و وقار پر Compromise (سمجھوتہ) کر لیتی ہے، اس کا تاریخ میں کوئی رتبہ باقی نہیں رہتا۔ اب وقت ہے کہ 'امتِ مرحومہ' اس نکتہ کو خوب سمجھ لے۔

❷...... گستاخی کے مرتکب ممالک، خصوصاً ہندوستان کے ساتھ تجارتی روابط ختم کیے جائیں۔ ذرا اس حوالے سے بھی کچھ ''مشکل فیصلے'' کر لیے جائیں!!!! علاوہ ازیں ایسے تمام ممالک کی 'مصنوعات' کا مقاطعہ کیا جائے اور 'مصنوعات' کو محض اشیاءِ خورونوش تک محدود نہ سمجھا جائے۔ غیروں کی بولی، غیروں کے لہجے، یہود و ہنود کی نقالی اور ان کی ذہنی غلامی بھی رد کی جائے۔ شاہراہِ شام پر تجارتی قافلوں کی نگرانی کی نبوی حکمت عملی آج کے دور میں بھی بڑی سبق آموز ہے۔

❸...... ہندی کلچر بھی مصنوعات میں شامل ہے، لہٰذا بھارتی کلچر کو فروغ دیے جانے کے تمام ذرائعِ ابلاغ مسدود کیے جانے، دینی حمیت کا تقاضا ہے۔ کم از کم وہ مسلمان جو حالیہ ہرزہ سرائی پر دل گرفتہ ہیں، وہ تو یہ فیصلہ کریں۔ اس امر کی ضرورت تو شروع دن سے تھی، اب اس واقعے کو قدرتی Reminder (یاد دہانی) سمجھا جائے۔

❹ ...... قیامِ پاکستان سے اب تک، بھارتی تعلیمی ادارے، نصابِ تعلیم، سیاست دان، حکومتیں اور تمام ابلاغ کے ذرائع مسلم بیزاری اور پاکستانی قوم سے نفرت سکھا، بلکہ رگوں میں اتار رہے ہیں، جس کا ہم کامل درک بھی رکھتے ہیں۔ آخر! ہم کانٹے کا جوابی بیانیہ قوم میں منتقل کرنے میں ناکام کیوں ہیں؟ کیا ''وَلْیَجِدُوْا فِیْکُمْ غِلْظَةً'' کا مقتضی کچھ بھی نہیں؟

❺ ...... حکومتِ پاکستان کو بھی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف بھارت سے سفارتی سطح پر احتجاج کرنا چاہیے، بلکہ عالمی فورمز پر بھی اس حساس وسنگین مسئلہ کو اجاگر کرنا چاہیے۔

❻ ...... کاش! امت اپنے 'جرمِ ضعیفی' پر اجتماعی سجدۂ سہو کرے۔ امت، اپنے آپ میں امت ہونے کا احساس پیدا کرے۔ دنیا میں کئی ممالک نے کئی بنیادوں پر 'اتحاد' تشکیل دے رکھے ہیں، تو کیا 'عالمِ اسلام' کے پاس کوئی ایک وجہ بھی نہیں متحد ہونے کے لیے؟ جو پلیٹ فارم میسر ہیں، انھیں فعال کیا جائے۔ اس کے لیے عرب ریاستیں گھر کا بڑا ہونے کا کردار ادا کرسکتی ہیں۔ عالم کفر کی ریشہ دوانیاں ان کی نظر میں ہیں۔ اپنے ''اقتدار'' نہیں، اپنی ''اقدار'' کو تحفظ دیں۔ اقدار نہ رہیں، تو یہ چندروزہ اقتدار بھی نہ رہیں گے۔ اسلام و بانیٔ اسلام پر رکیک حملوں میں جو تیزی و تسلسل آیا ہے، وہ بہت تکلیف دہ ہے۔

❼ ...... ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ اسلامی افکار ونظریات اور دینی وشرعی لٹریچر میں ازسرِنو تنقیح وتشریح کرنے کا قرض اتارنے کی کوئی صورت پیدا کی جائے۔ جس پر شرق تا غرب: مسلم اسکالرز کی آراء وخدمات لی جائیں۔ جن اسلامی ایشوز (Issue) پر استشراق نے محاذ سنبھال رکھا ہے، ادھر بھی امت کو ''وَاَعِدُّوْا لَھُمْ'' کے تحت غور کرنا چاہیے، کہ اب ففتھ جنریشن وار (5th genration war) کی حکمت عملی محض گولہ و بارود اور تیر وتفنگ نہیں، اس کے تقاضے کچھ اور ہیں۔

اٹھو، محمد ﷺ کے جاں نثارو! نبی سے چاہت کے دعوے دارو!
اے پاسدارانِ لا الٰہ! ثبوت اپنی وفا کا دو تم
کبھی نہ باطل سے دل لگاؤ، اگر محمد ﷺ سے دل لگی ہے
نثارِ آقا ﷺ پہ ہو سکے نہ، وہ زندگی کیسے زندگی ہے

✲✲✲✲✲

فریاد اے سلطانِ دیں، اے رحمۃٌ للعالمیں

حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مرشدِ گرامی، تحریکِ پاکستان کے نامور رہنما، مفسرِ قرآن، محدثِ دوراں، سیاسی بصیرت کے حامل جلیل القدر عالم دین، حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ (1300ھ/ 1882ء تا 1367ھ/ 1948ء) کے عرس مبارک 18 رذی الحجہ کی مناسبت سے--- کم وبیش پون صدی پہلے کا کہا ہوا استغاثہ نذرِ قارئین ہے---[ادارہ]

اے زائرِ کوئے نبی اتنا تو کر اے مہرباں
اہلِ مدینہ کو سنا حالِ نعیمِ خستہ جاں

مایوسیوں کی کثرتیں، ناکامیوں کی حسرتیں
تنہائیوں کی وحشتیں، اندوہ وغم کی داستان

بے تابیوں کا سلسلہ، بے چینیوں کا مشغلہ
ناصبریوں کا غلغلہ اور شدتِ دردِ نہاں

سر میں ہے سودائے جنوں، وحشت سے ہے حالت زبوں
دل سے ہوا رخصت سکوں، آنکھوں سے اشکِ خوں رواں

شدت پہ ہے دَورانِ سر، زوروں پہ ہے دردِ جگر
خوں رو رہی ہے چشمِ تر، پھٹ کر ہوا ہے دل کتاں

جاتے رہے تاب وتواں، اعضا میں ہے قوت کہاں — غم نے کیا ہے نیم جاں، درد جدائی الاماں

یہ شورشِ طوفانِ غم ، یہ سوزشِ رنج و الم — ہجراں کے یہ جوروستم اور یہ ضعیف و ناتواں

دن حسرتوں میں کاٹنا، راتوں کو رونا جاگنا — ہر وقت غم کا سامنا، ہر لحظہ آنکھیں خوں فشاں

اعدا کے نرغے میں، جدا، اپنے ہوئے ہیں بے وفا — ہر سمت سے آئی بلا، آفت کا ٹوٹا آسماں

جوروستم کی بارشیں، اور دشمنوں کی سازشیں — بے کار ہیں سب نالشیں، مسلم کا خون ہے رائیگاں

ہم کیا کہیں حالِ تباہ، ہم سے ہوئے بے حد گناہ — بے شک ہیں ہم نامہ سیاہ، نادم ہیں اب ہم بے گماں

فریاد اے سلطانِ دیں، اے رحمۃٌ للعالمیں — تم ہو شفیع المذنبیں، اس در سے ہم جائیں کہاں

فریاد اے محبوبِ رب، فریاد اے شاہِ عرب! — ہم تجھ سے کرتے ہیں طلب، دل کی مرادیں ہر زماں

دل کی مرادیں دیجیے ، مسرور ہم کو کیجیے — اب تو خبر لے لیجیے، غم ہو چکے ہیں بے کراں

اب کیجیے ایسا کرم ، ہو دین کا اونچا علم — کفار کی گردن ہو خم، ان کا مٹے نام ونشاں

اسلام کی لیجے خبر اور کفر کو پہنچے ضرر — کفار ہوں زیر وزبر، سب بھول جائیں مستیاں

مسلم کو پھر شوکت ملے، اسلام کو قوت ملے — بدخواہ کو ذلت ملے، اے دینِ حق کے پاسباں

ذوقِ عبادت ہم کو دو، شوقِ ریاست ہم کو دو — سنت کی رغبت ہم کو دو، ہم سے ادا ہوں نیکیاں

مسلم ہوں باہم متحد، بھائی کا بھائی ہو ممد — مٹ جائے سب آپس کی ضد، رشک وحسد سے ہو اماں

طیبہ میں اپنے لطف سے، اذنِ اقامت دیجیے — فرقت سے دل بے تاب ہے، کب تک رہوں ہندوستاں

راہِ مدینہ دور ہے ، بندہ بہت رنجور ہے — اور حاضری منظور ہے، امداد سلطانِ جہاں

یَا رَبَّنَا صَلِّ عَلٰی مَحْبُوْبِكَ مَحْبُوْبِنَا
اَنْزِلْ کِی صَلٰوۃٍ دَائِمًا اَنْمٰی صَلٰوۃٍ کُلَّ آں
یَا رَبَّنَا سَلِّمْ عَلٰی رُوْحِ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی
وَ الْآلِ وَ الصَّحْبِ اِلٰی مَا دَارَ دَوْرَانُ الزَّمَاں

گستاخیٔ رسالت ناقابلِ برداشت

(حیرت انگیز واقعات)

پروفیسر عون محمد سعیدی

سرکارِ دو عالم نورِ مجسم ﷺ کی عزت و ناموس پر اگر ذرّہ برابر بھی حرف آ جائے، تو یہ نہ کائنات کو گوارا ہے اور نہ ہی خود ربّ کائنات کو۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی کسی گستاخِ رسول کی طرف سے ناموسِ رسالت پر ہلکی سی بھی آنچ آنے لگی، تو ساری دنیا اس کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی اور ربِ کریم نے خود غیب سے انتقام کا بندوبست فرمایا۔ انسان تو انسان، کائنات کی ہر چیز جمادات، نباتات، حیوانات تک نے اس سرکش کا گھیرا تنگ کر دیا اور ایسا کیوں نہ ہوتا، جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ وعدہ کر لیا ہے:

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ o---

''اے حبیب! بے شک آپ کا دشمن بے نام و نشان ہے''---

یہ آیت بڑی وضاحت کے ساتھ بتا رہی ہے کہ دنیا میں جب کبھی بھی رسول اللہ ﷺ

کی حرمت کے خلاف کوئی بات ہوگی تو اللہ تعالیٰ اپنے قوانینِ فطرت کے عین مطابق خود ہی ناموسِ رسالت کو تحفظ فراہم کرے گا اور گستاخِ رسول کو نیست و نابود کردے گا۔ یہی آج تک ہوتا چلا آیا ہے اور یہی صبحِ قیامت تک ہوتا رہے گا۔ عظمتِ مصطفیٰ کے جھنڈے چار سو لہراتے رہیں گے اور رفعتِ مصطفیٰ کے مناظر چشمِ فلک دیکھتی رہے گی۔

مگر یاد رہے کہ ناموسِ رسالت کا تحفظ جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے، وہاں اپنی مخلوق کو بھی اس امر کا پابند کیا ہے کہ اس کے حبیب کے گستاخ کو سکھ کا سانس نہ لینے دے اور جہاں کہیں بھی موقع ملے، (حسبِ قانون) اس کا سر قلم کردے۔

آیئے! اب ہم آپ کے سامنے اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں تحفظِ ناموسِ رسالت کی چند ایسی جھلکیاں پیش کرتے ہیں، جنہیں دیکھ کر آپ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ حبیبِ خدا ﷺ کی گستاخی ایک خوفناک اور ناقابلِ برداشت امر ہے۔

گستاخی تیری شان میں ، یہ دم ہے کس شیطان میں

علامہ ابن تیمیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''الصارم المسلول علٰی شاتم الرسول'' میں بیان کرتے ہیں:

''لاتعداد علم و فقہ سے بہرہ منداور آزمودہ کار مسلمان راویوں نے ہم سے بیان کیا ہے کہ شام کے ساحل پر واقع قلعوں اور شہروں کے محاصرے کے دوران جو زبردست بات دیکھنے میں آئی اور متعدد بار آزمائی گئی، وہ یہ تھی کہ بسا اوقات کسی قلعے یا شہر کا محاصرہ کیے ہوئے ہمیں مہینہ مہینہ یا اس سے بھی زیادہ عرصہ گزر جاتا مگر وہ قلعہ یا شہر فتح ہونے کا نام تک نہ لیتا۔ حتیٰ کہ ہم فتح کی امید قریب قریب کھو چکے ہوتے۔ پھر یک دم کسی دن خبر آتی کہ وہ لوگ ''معاذ اللہ'' رسول اللہ ﷺ کی توہین کے مرتکب ہوئے ہیں یا آپ کی عزت و ناموس کے متعلق کوئی گستاخی کر بیٹھے ہیں، تو صورتِ حال ہمارے حق میں تبدیل ہونے لگتی، ان کا زیر ہو جانا قریب تر محسوس ہوتا، مضبوط ترین قلعے کا فتح ہو جانا بالکل معمولی نظر آتا، کچھ ہی دنوں بعد ہمیں بھرپور فتح ملتی اور دشمن کا ستیاناس ہو کے رہ جاتا۔ ان راویوں کا کہنا ہے:

یہ بات ہماری اس قدر آزمودہ رہی کہ جب کبھی بھی ان بدبختوں کی طرف سے

رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کی صدائے بازگشت سنائی دیتی، تو ہم فوراً سمجھ جاتے کہ ان کا برا انجام قریب آ پہنچا ہے۔ علامہ مزید لکھتے ہیں:

''ایسی ہی روایت مجھ سے ثقہ راویوں نے مغرب (شمالی افریقہ واندلس) کی بابت بیان کی، کہ وہاں بھی مسلمانوں کو نصاریٰ کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ پیش آتا تھا''---[الصارم المسلول، جلد۲، صفحہ ۲۳۳-۲۳۴]

میرا سب کچھ گنبد خضرا کل بھی تھا اور آج بھی ھے

جاوید چوہدری لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ سے ایک یورپی سکالر نے عجیب سوال پوچھا، اس نے کہا: میں ایسے بے شمار روشن خیال اور لبرل مسلمانوں کو جانتا ہوں جو شراب پیتے ہیں، جوا کھیلتے ہیں، غیر فطری تعلقات کے حامی ہیں، تیس تیس برس سے یورپ میں رہ رہے ہیں اور جو ہم جیسے ہیں، لیکن جب ان کے سامنے نبی اکرم ﷺ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے ردِعمل اور ایک کٹر مولوی کے ردّعمل میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ ایسا کیوں ہے، ہم اس بات پر حیران ہیں؟ معلوم ہوا کہ عشقِ رسالت مسلمان کے خمیر میں گندھا ہوا ہے۔ مسلمان انتہائی برا ہوسکتا ہے، لیکن نبی اکرم ﷺ، ازواجِ مطہرات اور صحابہ کرام مسلمان کی زندگی کا وہ موڑ ہیں جہاں پہنچ کر وہ زندگی اور موت میں سے کسی ایک کا انتخاب کرتا ہے اور اس موڑ پر عموماً سو فیصد مسلمان شہادت کا فیصلہ کرتے ہیں۔ یورپ اس بات کو نہیں سمجھ سکتا۔ اسے کیا معلوم کہ جس دن اللہ اکبر کی پہلی صدا مسلمان کے کان میں پہنچتی ہے، تو وہ اپنے خون کا ایک ایک قطرہ نبیٔ رحمت ﷺ کی امانت سمجھتا ہے اور پوری زندگی کسی کذاب، کسی راج پال کا تعاقب کرتے گزار دیتا ہے۔ عشق کے اس امتحان میں موت اس کے لیے پانی کے ایک گھونٹ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ کیونکہ مسلمان سمجھتے ہیں کہ جب تک رسول اللہ ﷺ کی ذات ان کی ہر چیز سے زیادہ قیمتی نہیں ہوجاتی، وہ مسلمان کہلانے کے بھی حق دار نہیں۔

وحی الٰہی سے تعلق توڑ لینے والے ان ناپاک لوگوں کو کون سمجھائے کہ ایک محمد ﷺ ہی تو ہیں جو فخر آدمیت و فخر کائنات ہیں، اگر ان کی خاطر بھی امت جان نہ دے گی تو پھر کس کی خاطر دے گی۔

اسی طرح وہ ایک یہودی سکالر کے ساتھ ہونے والے اپنے مکالمہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

یہودی سکالر مجھ سے کہنے لگا کہ میں جارڈن کا یہودی ہوں اور پیرس میں اسلام پر پی ایچ ڈی

کر رہا ہوں۔ میں نے پوچھا: ''تم اسلام کے کس پہلو پر پی ایچ ڈی کر رہے ہو؟'' وہ شرما گیا، تھوڑی دیر سوچ کر بولا: ''میں مسلمانوں کی شدت پسندی پر ریسرچ کر رہا ہوں''۔ میں نے قہقہہ لگایا اوراس سے پوچھا: ''تمہاری ریسرچ کہاں تک پہنچی؟'' اس نے کافی کا لمبا گھونٹ لیا اور بولا: ''میری ریسرچ مکمل ہو چکی ہے اور میں اب پیپر لکھ رہا ہوں''۔ میں نے پوچھا: ''تمہاری ریسرچ کی فائنڈنگ کیا ہے؟'' اس نے لمبا سانس لیا، دائیں بائیں دیکھا، گردن ہلائی اورآہستہ آواز میں بولا: ''میں پانچ سال کی مسلسل ریسرچ کے بعداس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مسلمان اسلام سے زیادہ اپنے نبی سے محبت کرتے ہیں۔ یہ اسلام پر ہر قسم کا حملہ برداشت کر جاتے ہیں، لیکن یہ نبی کی ذات پر اٹھنے والی کوئی انگلی برداشت نہیں کرتے''۔ یہ جواب میرے لیے حیران کن تھا۔ میں نے کافی کا مگ میز پر رکھا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ بولا: ''میری ریسرچ کے مطابق مسلمان جب بھی لڑے، جب بھی اٹھے اور جب بھی لپکے، تو اس کی وجہ نبی اکرم ﷺ کی ذات تھی۔ آپ ان کی مسجدوں پر قبضہ کرلیں، آپ ان کی حکومتیں ختم کر دیں، آپ قرآن مجید کی اشاعت پر پابندی لگا دیں یا آپ ان کا خاندان مار دیں، یہ برداشت کر جائیں گے، لیکن آپ ان کے رسول ﷺ کا نام غلط لہجے میں لیں گے، تو یہ تڑپ اٹھیں گے اوراس کے بعد آپ پہلوان ہوں یا فرعون، وہ آپ کے ساتھ ٹکرا جائیں گے''۔ میں حیرت سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ وہ بولا: ''میری فائنڈنگ یہ ہے کہ جس دن مسلمانوں کے دل میں رسول ﷺ کی محبت نہیں رہے گی، اس دن اسلام ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ اگر آپ اسلام کو ختم کرنا چاہتے ہیں، تو آپ کو مسلمانوں کے دل سے ان کا رسول نکالنا ہو گا''۔ اس نے اس کے ساتھ ہی کافی کا مگ نیچے رکھا، اپنا کپڑے کا تھیلا اٹھایا، کندھے پر رکھا، سلام کیا اور اٹھ کر چلا گیا۔ لیکن میں اس دن سے ہکا بکا بیٹھا ہوں، میں اس یہودی ربی کو اپنا محسن سمجھتا ہوں، کیونکہ میں اس سے ملاقات سے پہلے تک صرف سماجی مسلمان تھا، لیکن اس نے مجھے دو فقروں میں پورا اسلام سمجھا دیا۔ میں جان گیا کہ ''رسول اللہ ﷺ سے محبت اسلام کی روح ہے اور یہ روح جب تک قائم ہے، اس وقت تک اسلام کا وجود بھی سلامت ہے، جس دن یہ روح ختم ہو جائے گی، اس دن ہم میں اور عیسائیوں، یہودیوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا''۔ سچ فرمایا تھا علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے:

گستاخئ رسالت کی وضاحت

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ''بے شک ہر وہ شخص جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی یا آپ کی طرف کسی عیب کو منسوب کیا یا آپ کی ذات، نسب، دین اور عادت وصفت سے کسی نقص کی نسبت کی یا آپ پر طعنہ زنی کی یا بطریقِ دشنام اہانت وتحقیر کی یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی بری چیز سے تشبیہ دی، ایسا شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صراحتاً گالی دینے والا ہے، اسے قتل کر دیا جائے۔ ہم اس حکم میں قطعاً کسی بھی قسم کا کوئی استثناء نہیں کرتے اور نہ ہی ہم اس حکم میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ رکھتے ہیں۔ توہین خواہ صراحتاً ہو، اشارتاً ہو یا کنایۃً۔ اس پر عہدِ صحابہ سے لے کر آج تک سب علماءِ امت اور اہلِ فتویٰ کا اجماع ہے۔

[الصارم المسلول]

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی گستاخی کو برداشت نہ کیا

تحفظِ ناموسِ رسالت خود اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو کس قدر عزیز ہے؟ ملاحظہ کیجیے:

ایک روز سلطانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریشِ مکہ کے ہجوم کو بلایا، پہلے اپنے کردار کے بارے میں دریافت کیا۔ جب بدترین مخالفین نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امین اور صادق تسلیم کر لیا تو پھر انہیں توحید خداوندی اور اپنی رسالت کا سرمدی پیغام سنایا۔ بس پھر کیا تھا، آپ کے چند جاں نثاروں کے علاوہ پورا مجمع آپ پر آوازیں کسنے لگا۔ جن میں سے بدترین آواز آپ کے بدبخت چچا ابولہب کی تھی۔ جس نے ذلت کی انتہا کو چھو کر کہا:

''تو برباد ہو، کیا اسی لیے تو نے ہمیں جمع کیا تھا''---

ابولہب کی اس دریدہ ذہنی اور ذلیل طرزِ گفتگو نے زمین وآسمان کو لرزا دیا، کرسی وعرش کپکپا اٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اس بدبخت اور گستاخ کی مذمت میں ایک پوری سورۃ نازل فرما دی: تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّ تَبَّ○---

یعنی ابولہب کے وہ دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں، جن کی انگلی سے اس نے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف گستاخانہ اشارہ کیا اور وہ تباہ وبرباد ہو جائے---

اللہ تعالیٰ نے اس درجہ سخت انداز میں خطاب کیا کہ پورے قرآن میں اس کی مثال

نہیں ملتی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ابولہب اور اس کے خاندان پر ابدی و دائمی لعنتوں کے سلگتے ہوئے پتھر برس رہے ہوں۔ جب ابولہب کی گستاخیاں حد سے بڑھ گئیں تو اس کے جسم میں ایسی بدبودار پھنسیاں نمودار ہوئیں کہ اس کے پاس کوئی بیٹھنا بھی گوارا نہ کرتا تھا، اس کے بیٹوں نے اسے گھر سے باہر نکال دیا، جب وہ اسی حالت میں تڑپ تڑپ کر مر گیا، تو اس کی لاش کی بدبو سے اہلِ علاقہ کا جینا دوبھر ہو گیا، مزدور لگا کر اسے گڑھے میں دبا دیا گیا۔

یہ زمانہ نبوت کا وہ واحد کافر ہے، جس کا نام قرآن حکیم میں آیا ہے۔ اس کے نام سے ایک پوری سورۃ نازل فرمانے کا واضح مقصد یہ ہے کہ عام کافروں کو تو دنیا میں چھوڑا جا سکتا ہے مگر گستاخ کافر کو ہرگز نہیں چھوڑا جائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اپنے والد کو تھپڑ رسید کرنا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عشقِ رسول میں اس مقام پر فائز تھے کہ ایک مرتبہ آپ کے والد (جو ابھی ایمان نہ لائے تھے) نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کوئی نازیبا بات کر دی، تو آپ نے انہیں ایک زوردار تھپڑ رسید کر دیا۔ ایک مرتبہ ابوجہل نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تو آپ اس پر شیر کی طرح جھپٹ پڑے اور اس کی خوب درگت بنائی۔

رسول اللہ کا مذاق اڑانے والے پانچ گستاخوں کا انجام

علامہ ابنِ کثیر روایت کرتے ہیں کہ قریش کے پانچ بڑے سرکش سرداروں (ولید بن مغیرہ، اسود بن عبد المطلب، اسود بن عبد یغوث، حارث بن عیطل، عاص بن وائل) نے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حرم شریف میں اذیت پہنچائی اور آپ کا مذاق اڑایا، تو آپ بہت زیادہ دل برداشتہ ہوئے اور زبان مبارک سے دعاءِ ضرر نکلی۔ جس پر اللہ تعالیٰ کی مشیت بھڑک اٹھی۔ اس نے حضرت جبریل علیہ السلام کو آپ کی بارگاہ میں بھیجا، انہوں نے حاضر خدمت ہو کر اللہ کا درج ذیل پیغام آپ کے گوش گزار کیا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۝---[الحجر، ۱۵:۹۴-۹۵]

”اے اللہ کے رسول! جو حکم دیا جا رہا ہے اسے کھول کر سنا دو اور مشرکین کی زیادتیوں کو نظر انداز کرو، بے شک ہم خود ان مذاق اڑانے والوں کے لیے

کافی ہیں‘‘---

یہ آیتیں گویا ان پانچ بدبختوں کے لیے اعلان ہلاکت تھیں۔ولید بن مغیرہ کو یہ سزا ملی کہ جب وہ خزاعہ کے ایک شخص کے پاس سے گزرا تو ناگہانی طور پر اس کا تیر اس کو لگ گیا اور اس کے ہاتھ کی رگ کٹ گئی۔اسود بن عبدالمطلب کو یہ سزا ملی کہ وہ درخت کا کانٹا چبھ جانے کی وجہ سے آنکھوں سے اندھا ہوگیا۔اسود بن عبد یغوث کو یہ سزا ملی کہ اس کے سر میں پھنسیاں نکل آئیں، جن سے وہ مر گیا۔حارث بن عیطل کو یہ سزا ملی کہ اس کے پیٹ میں زرد پانی پڑ گیا، منہ سے پاخانہ آنے لگ گیا اور وہ اسی حالت میں مر گیا۔عاص بن وائل کو یہ سزا ملی کہ اس کے پاؤں کے تلوے میں کانٹا چبھ گیا، جس کا زخم پورے پاؤں میں پھیل گیا اور وہ اس سے مر گیا۔[المعجم الاوسط]

مزید چند گستاخوں کا انجام

ایک گستاخ یہودیہ کو ایک صحابی نے گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا، اس کے خون کو حضور ﷺ نے رائیگاں قرار دیا۔ایک نابینا صحابی نے اپنی گستاخِ رسول کنیز کو پیٹ میں بھالا گھونپ کر قتل کر دیا، اس کا خون بھی رائیگاں قرار دیا گیا۔خطمہ قبیلے کی ایک گستاخ عورت کو حضور ﷺ کے فرمان پر ایک صحابی نے فی النار کر دیا۔120 سالہ ابوعفک گستاخ یہودی کو حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا۔ یہودیوں کے سردار کعب بن اشرف گستاخ کو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کے انجام تک پہنچایا۔ ابوجہل گستاخ کو دو انصاری نوجوانوں معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما نے میدانِ بدر میں قتل کر دیا۔شہنشاہِ ایران خسرو پرویز نے نامۂ مبارک کی گستاخی کی تو اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضور ﷺ کی پیشین گوئی کے عین مطابق اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر دیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا فیصلہ تسلیم نہ کرنے والے گستاخ منافق کی اپنی تلوار سے گردن اڑا دی۔ابورافع یہودی گستاخ کو اس کے قلعہ میں گھس کر حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا۔ابولہب کی بیوی ام جمیل کے گلے میں اس کے اپنے ہی لکڑیوں کے گٹھے کے گرنے کی وجہ سے اس کی رسی کی پھانسی لگی اور وہ اس سے مر گئی۔عتیبہ بن ابولہب گستاخ پر شیر نے حملہ کر کے اس کو چیر پھاڑ ڈالا، نہ تو اس کا خون پیا اور نہ ہی اسے کھایا۔عتبہ بن ابی وقاص نے غزوۂ احد میں پتھر مار کر ہونٹ اور دندان مبارک کو

زخمی کردیا، حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کر کے سر کاٹ کر پھینک دیا۔ عبداللہ بن قمہ نے غزوۂ احد میں تیر مار کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رخسار مبارک کو زخمی کر دیا، اسے کچھ عرصہ بعد ایک جنگلی مینڈھے نے حملہ کر کے پہاڑ کی بلندی سے نیچے پھینک دیا۔ ولید بن مغیرہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی گستاخی کی تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ قلم میں اس بدبخت کی نو انتہائی سخت کلمات کے ساتھ برائی بیان فرمائی۔ ابنِ خطل گستاخ جو کہ فتح مکہ کے موقع پر خانہ کعبہ کے غلاف میں لپٹا ہوا تھا، اس کو وہاں سے نکلوا کر خود اپنے ہاتھوں سے انجام تک پہنچایا۔

یہ سارے واقعات تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں اور ناموسِ رسالت کی طرف معاندانہ و باغیانہ نظروں سے دیکھنے والوں کے لیے تازیانۂ عبرت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت قطعاً برداشت نہیں کرتی کہ اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناموس کا دشمن اس کی زمین پر عزت کی زندگی گزارے۔ وہ بعض اوقات اسے ڈھیل ضرور دیتا ہے لیکن بالآخر اسے ذلت کی موت مارتا ہے۔

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی گستاخ پر چڑھائی

ایک روز رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صفا کی پہاڑی پر تشریف فرما تھے۔ ابوجہل کا ادھر سے گزر ہوا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا تو اس کے سینے میں بغض و عناد کا جو لاوا سلگ رہا تھا، وہ پھٹ پڑا۔ اس نے سب و شتم کے تیر برسانے شروع کر دیے۔ حلم و وقار کے اس کوہِ گراں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس بے اعتنائی پر ابوجہل کا غصہ اور تیز ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا، اس نے اس سے مارنا شروع کر دیا۔ پے در پے ضربوں سے جسم اطہر سے خون رسنے لگا، لیکن اس پیکر تسلیم و رضا نے صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا اور اُف تک نہ کی۔ دل کا غبار نکال کر ابوجہل اتراتا ہوا اپنے مداحوں کی اس محفل میں جا بیٹھا جو صحنِ حرم میں اس کے قبیلہ والوں نے منعقد کی ہوئی تھی۔

اس کے چلے جانے کے بعد رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی خاموشی سے اپنے گھر تشریف لے گئے۔ عبداللہ بن جدعان کا گھر کوہِ صفا کے قریب تھا۔ اس کی ایک لونڈی نے یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا تھے اور ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) اس روز جنگل میں شکار کے لیے گئے ہوئے تھے۔ چاشت کے وقت ایک کامیاب شکاری کی طرح شاداں و فرحاں واپس آ رہے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ شکار سے

واپسی پر پہلے حرم شریف میں حاضری دیتے۔ بیت اللہ شریف کا طواف کرتے، پھر صحن حرم میں رؤسائے قریش نے جہاں جہاں اپنی محفلیں جما رکھی ہوتی تھیں، وہاں جاتے، سب سے علیک سلیک کرتے، مزاج پرسی کرتے، تب گھر واپس جاتے۔

اس روز بھی اسی ارادہ سے وہ حرم شریف کی طرف جا رہے تھے کہ کوہِ صفا کے پاس سے گزر ہوا۔ عبداللہ بن جدعان کی جس کنیز نے ابوجہل کی تعدی کا دل خراش منظر دیکھا تھا، وہ ان کا راستہ روک کر کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی:

''اے ابوعمارہ! آج تیرے بھتیجے کے ساتھ ابوجہل نے یہ وحشیانہ سلوک کیا، پہلے گالیاں دیتا رہا، پھر جب حضور ﷺ نے خاموشی اختیار کیے رکھی تو مار مار کر لہولہان کر دیا''---

یہ سن کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ غصہ سے آگ بگولہ ہو کر ابوجہل کی تلاش میں آگے بڑھے۔ آج ان کی کیفیت ہی نرالی ہے، نہ کسی سے پرسشِ احوال کر رہے ہیں اور نہ کسی محفل میں کھڑے ہو کر سلام کہہ رہے ہیں۔ آخر کار آپ کی نظر ابوجہل پر پڑ گئی، جو اپنے قبیلہ کی محفل میں بڑی تمکنت سے بیٹھا ہے۔ لوگ سراپا ادب بن کر اس کے گرد حلقہ باندھے بیٹھے ہیں۔ آپ اس مجمع میں گھس گئے، اپنی کمان سے اس مردود کے سر پر پے در پے ضربیں لگائیں کہ خون کا فوارہ پھوٹ نکلا۔ آپ نے غصہ سے گرجتے ہوئے کہا:

اَتَشْتِمُہٗ وَ اَنَا عَلٰی دِیْنِہٖ---

''اے ابوجہل! تیری یہ مجال کہ تو میرے بھتیجے کو گالیاں دے، حالانکہ میں نے اس کا دین قبول کر لیا ہے''---

اگر تجھ میں ہمت ہے تو آ اور مجھے روک کر دیکھ۔ ابوجہل اور اس کے قبیلے کے کسی بھی فرد کو ان سے لڑنے کی ہمت نہ ہوئی۔ بعد ازاں آپ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اسلام کے بارے میں آپ سے گفتگو کی اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ [ضیاء النبی]

حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ گستاخی برداشت نہ کر سکے

یہ سنہ ۴ ہجری کی بات ہے کہ مشہور صحابی حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ دشمنانِ اسلام کے نرغے میں آ گئے۔ ان کو قتل کرنے کے لیے حدودِ حرم سے باہر تنعیم لے جایا گیا۔ بہت سے مشرکین

آپ کی شہادت کا منظر دیکھنے کے لیے وہاں جمع ہو گئے، اس موقع پر ابوسفیان نے ان سے پوچھا:

أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ يَا زَيْدُ، أَتُحِبُّ أَنَّ مُحَمَّدًا الآنَ عِنْدَنَا مَكَانَكَ نَضْرِبُ عُنُقَهُ وَأَنَّكَ فِيْ أَهْلِكَ؟---

''زید! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم پسند کرتے ہو کہ اس وقت ہمارے پاس تمہاری جگہ محمد (ﷺ) ہوتے اور ہم ان کو قتل کرتے، جب کہ تم آرام وسکون سے اپنے اہل وعیال میں بیٹھے ہوتے''---

اس پر حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ نے تڑپ کر جواب دیا:

وَاللّٰهِ، مَا أُحِبُّ أَنَّ مُحَمَّدًا الآنَ فِيْ مَكَانِهِ الَّذِيْ هُوَ فِيْهِ تُصِيْبُهُ شَوْكَةٌ تُؤْذِيْهِ وَأَنِّي جَالِسٌ فِي أَهْلِي---

''اللہ عزوجل کی قسم! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میرے حضور ﷺ کو ایک کانٹا بھی چبھے اور میں آرام وسکون سے اپنے اہل وعیال میں بیٹھا رہوں''---

یہ سن کر ابوسفیان نے کہا:

مَا رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ أَحَدًا يُّحِبُّ أَحَدًا كَحُبِّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ مُّحَمَّدًا---

''میں نے ایسا کوئی بھی شخص نہیں دیکھا جس کے ساتھ اتنی محبت کی جاتی ہو جتنی محمد (ﷺ) سے ان کے اصحاب کرتے ہیں''---

اس کے بعد ان ظالموں نے حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

[زرقانی، جلد۲، صفحہ۳۷]

عشاق مصطفیٰ کا منافقوں پہ دھاوا

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے عرض کیا:

''یارسول اللہ! کتنا ہی اچھا ہوتا کہ آپ عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) کے پاس تبلیغ کے لیے تشریف لے جاتے اور اس طرح اس کو راہِ ہدایت مل جاتی''---

یہ سن کر آپ ﷺ اپنے دراز گوش پر سوار ہوئے اور صحابہ کرام کے ساتھ اس کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب آپ اس کے پاس پہنچے تو وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا خوش گپیوں میں مصروف تھا۔ اس نے آپ ﷺ کو دیکھ کر گستاخانہ لہجے میں کہا:

''مجھ سے اپنی سواری دور لے جاؤ، اس کی بو سے مجھے اذیت پہنچ رہی ہے''---

یہ سن کر ایک انصاری نوجوان صحابی جوش میں آ گئے اور گرج کر کہا:

وَاللّٰہِ لَحِمَارُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ أَطْیَبُ رِیْحًا مِنْكَ---

''اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے دراز گوش کی خوشبو تیری مشک وعنبر سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے''---[صحیح بخاری، کتاب الصلح، حدیث ۲۶۹۱]

صحابی کے اس فرمان پر عبداللہ بن ابی کی قوم کا ایک شخص غضب ناک ہو کر مرنے مارنے پر آمادہ ہو گیا۔ اِدھر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ بھی بپھر گئے، اور پھر عاشقوں اور منافقوں کے درمیان ایک جنگ سی چھڑ گئی، طرفین میں کوڑوں، ہاتھوں اور جوتوں کا خوب تبادلہ ہوا، عاشقان رسول نے خود بھی زخم کھائے اور گستاخوں کو بھی مار مار کر ادھ موا کیا۔

بچوں کا عشق رسول

دورِ فاروقی کا واقعہ ہے کہ بحرین میں کچھ مسلمان بچے ہاکی کھیل رہے تھے، ان کی گیند قریب بیٹھے ایک پادری کے سینے میں جا لگی۔ اس نے گیند بچوں کو واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ بچوں نے حضور ﷺ کا واسطہ دے کر گیند طلب کی، تو اس بد بخت نے حضور ﷺ کو گالی دے دی۔ اس کے گالی دینے کی دیر تھی کہ بچے ہاکیاں لے کر اس پر چڑھ دوڑے اور اس وقت تک مارتے رہے، جب تک وہ مر نہ گیا۔

یہ عجیب وغریب مقدمہ جب حکومتی ذرائع سے امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچا، تو آپ اس پر اتنے زیادہ خوش ہوئے کہ کسی ملک کی فتح یا بہت بڑے مال غنیمت کی خبر سن کر اتنے خوش نہ ہوئے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا:

''یہ ہے غلبۂ اسلام، چھوٹے چھوٹے بچے بھی حضور ﷺ کی گستاخی برداشت نہیں کرتے اور گستاخ کو قتل کر کے ہی دم لیتے ہیں''---

آپ نے مکمل چھان بین کے بعد اپنے فیصلہ میں پادری کے خون کو باطل قرار دے دیا۔

[المستطرف، صفحہ ۵۳۰، قدیمی کتب خانہ]

کدو شریف کی گستاخی پر امام ابو یوسف کا ردعمل

ایک مرتبہ خلیفۂ وقت مامون کے سامنے ذکر چلا کہ نبی کریم ﷺ کدو پسند فرماتے تھے۔ اس پر ایک آدمی بولا: میں تو کدو پسند نہیں کرتا۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مجلس میں

موجود تھے اور وقت کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے۔ جیسے ہی آپ نے یہ گستاخانہ جملہ سنا تو جلال میں آ گئے، آپ نے حکم دیا کہ تلوار اور چمڑا لایا جائے (جو قتل کے لیے منگوایا جاتا ہے) تاکہ اس گستاخ کو کیفرِ کردار تک پہنچایا جا سکے۔ وہ آدمی ڈر گیا اور فوراً بولا کہ میں نے جو بات کہی ہے، اس سے اور تمام موجباتِ کفر سے توبہ کرتا ہوں۔ یہ سن کر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے قتل کا فیصلہ واپس لے لیا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی غیرت ایمانی

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض فرنگیوں سے وقتی طور پر صلح ہو گئی تھی۔ چنانچہ اس صلح سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے شام کے فرنگی فرماں روا ریجی نالڈ نے مسلمان تاجروں اور قافلوں کو آئے روز لوٹنا شروع کر دیا۔

ایک مرتبہ جب اس نے ایک مسلمان قافلہ کو لوٹ کر قیدی بنایا، تو انہوں نے اس سے رہائی کا مطالبہ کیا۔ اس پر ریجی نالڈ نے تحقیر آمیز انداز میں کہا:

''اپنے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہو کہ وہ آ کر تمہیں چھڑا لیں''---

اس کی اس گستاخی کی اطلاع جب صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچی تو وہ تڑپ اٹھا اور قسم کھا کر کہا کہ اس صلح شکن کافر کو میں خود اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا۔

بعد ازاں صلیبی جنگوں کے اختتام پر بہت سے فرنگی گرفتار ہوئے، جن میں یروشلم کا بادشاہ گائی اور گستاخ ریجی نالڈ بھی شامل تھا۔ جب انہیں سلطان کے سامنے لایا گیا تو اس نے حفظِ مراتب کا لحاظ رکھتے ہوئے گائی کو اپنے پہلو میں جگہ دی اور باقی گرفتار شدہ امراء کو بھی ان کے رتبہ کے مطابق بٹھایا، لیکن ریجی نالڈ کے ساتھ کسی قسم کی کوئی رعایت نہ کی۔ گائی نے ریجی نالڈ کو سلطان سے بچانے کی بہت کوشش کی، مگر اس کی اسلامی غیرت نے اس بے ادب اور گستاخ کو معاف کرنے کی اجازت بالکل نہ دی۔

سلطان نے تمام قیدیوں کو کھانے کے لیے روانہ کر دیا مگر گائی اور ریجی نالڈ کو اپنے پاس روک لیا۔ سلطان نے ریجی نالڈ کو اس کی عہد شکنیاں، بداعمالیاں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخیاں یاد دلائیں، پھر حسبِ ضابطہ اس کے سامنے دعوتِ اسلام پیش کی، جسے اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

اس پر سلطان نے پورے جوش کے ساتھ بلند آواز سے ''المدد یا رسول اللہ'' کا نعرہ لگایا

اور اپنی تلوار کے ساتھ ریجی نالڈ کا سر تن سے جدا کر دیا۔ گائی، ریجی نالڈ کا یہ انجام دیکھ کر بہت خوف زدہ ہوا، سلطان نے اس کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

''بادشاہوں کا یہ دستور نہیں کہ وہ دوسرے بادشاہوں کو قتل کریں، مگر ریجی نالڈ کو اس کی حد سے بڑھی ہوئی بداعمالیوں اور حضور نبی کریم ﷺ کی گستاخی کی پاداش میں قتل کیا گیا ہے''---

یہ تھا سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کا جذبہ عشقِ رسول، جس پر تاریخِ اسلام ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔ اگر ہمارے آج کے مسلم حکمرانوں میں بھی یہی غیرتِ ایمانی پیدا ہو جائے تو پھر ابلیس کے کسی پیروکار کو بارگاہِ محمدی میں گستاخی کی جرأت نہ ہو۔

جانور بھی گستاخئ رسالت برداشت نہ کر سکا

حدیث کے عظیم امام علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''ہلاکو خان'' نے ایک عیسائی عورت کے ساتھ شادی کی تھی۔ وہ اس سے شادی کے بعد عیسائیت کی طرف مائل ہو گیا۔ اب اس کے دل میں یہ خواہش مچلنے لگی کہ اس کے خاندان کے سب لوگ عیسائیت قبول کر لیں۔ اس کام کے لیے اس نے عیسائی پادریوں کو بلوایا اور تبلیغ کے لیے سرگرم ہونے کا حکم دیا۔

ان کی تبلیغ کے نتیجہ میں شاہی خاندان کے بہت سے لوگوں نے عیسائیت کو قبول کرنا شروع کر دیا۔ ایک موقع پر جب خاندان کی ایک معزز عورت نے عیسائیت کو قبول کیا تو خوشی میں بہت بڑی تقریب کا انعقاد کیا گیا۔ بڑے بڑے عیسائی پادری بھی اس میں مدعو تھے۔ تقریروں کا آغاز ہوا، ایک پادری نے اپنی تقریر کے دوران رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کر دی، وہیں قریب ایک شکاری کتا بندھا ہوا تھا، جیسے ہی اس مردود نے گستاخی کی، وہ کتا اس پر لپکا، لوگوں نے بڑی مشکل سے اس کو اس سے دور کیا۔

پادری کہنے لگا: دراصل میں نے چونکہ ہاتھ پھیلائے تھے، تو کتا یہ سمجھا کہ میں اسے مارنے لگا ہوں، اس لیے وہ مجھ پر حملہ آور ہوا۔ کچھ لوگوں نے کہا: ایسا نہیں بلکہ تم نے جو گستاخی کی ہے، اس کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔ پادری نے سلسلۂ کلام از سر نو شروع کیا اور دورانِ گفتگو ایک مرتبہ پھر گستاخانہ الفاظ استعمال کیے، اب کی بار اس کتے نے اپنی رسی توڑ کر اس ملعون پہ ایسا زوردار حملہ کیا کہ اس کے گلے کی سفید رگ کاٹ کر رکھ دی۔ پادری موقع پر

ہی جہنم واصل ہو گیا۔

ذرا دیکھیے کہ کس طرح اللہ رب العزت نے ایک بے سمجھ جانور کو بھی اپنے حبیب کی پہچان عطا فرمائی ہے، وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی گستاخی برداشت نہ کر سکا اور گستاخ کو چیر پھاڑ کے رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے گستاخوں پر جب چاہے اور جس طرح چاہے عذاب کا کوڑا برسا دیتا ہے۔ [الدرر الکامنہ، جلد ۱، صفحہ ۳۰۲]

فقہاء قیروان کا عشق رسول

قیروان شہر میں ایک بہت بڑا شاعر اور مختلف علوم کا ماہر ابراہیم فزاری رہتا تھا۔ شہر کے قاضی ابوالعباس بن طالب کے ہاں جو ادبی مجالس ہوتی تھیں، یہ ان میں شرکت کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ دورانِ گفتگو اس نے اللہ رب العزت، انبیاء کرام اور بالخصوص حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس کے بارے میں نہایت گستاخانہ کلمات بک دیے۔ جب یہ معاملہ قیروان کے فقہاء تک پہنچا تو ان سب نے متفقہ طور پر اس کے قتل کا فتویٰ جاری کیا۔ جس پر اسے سولی چڑھایا گیا، اس کے پیٹ کو چھری سے چاک کیا گیا اور بالآخر موت کے بعد اسے جلا دیا گیا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ جس لکڑی پر اسے سولی دی گئی تھی وہ خود بخود گھوم گئی اور اس کا رخ سمت قبلہ سے دوسری طرف پھر گیا۔ یہ موقع پر موجود سب لوگوں کے لیے ایک عبرتناک نشانی تھی۔ انہوں نے بے اختیار ''اللہ اکبر'' کی صدائیں بلند کیں۔ پھر ایک کتا آیا اور اس کا خون چاٹنے لگا۔

یہ منظر دیکھ کر یحییٰ بن عمر کہنے لگے کہ حضور ﷺ نے سچ فرمایا تھا کہ کتا کسی مسلمان کا خون نہیں چاٹتا۔ [الشفاء، ۲:۹۳۱]

مسلمان بچہ گستاخی برداشت نہ کر سکا

کلمہ پاک کا دوسرا جز ''محمدٌ رسول اللہ'' پڑھتے ہی مسلمان کے تحت الشعور میں ذاتِ محمد ﷺ سے ایسا انس و محبت تکوینی طور پر فیڈ ہو جاتا ہے کہ اس کا ظاہر خواہ کتنا ہی گندا کیوں نہ ہو جائے، لیکن اس کے باطن میں محبتِ رسول کی پاکیزگی پورے جوبن کے ساتھ موجود رہتی ہے۔ عمل کی خرابی کے باوجود بھی عشق کی چنگاری اس کی روح کی گہرائیوں میں خفتہ رہتی ہے۔ جیسے ہی اس چنگاری کو پھونک ماری جائے یہ شعلہ جوالہ بن کر بھڑک اٹھتی ہے۔ قدرت اللہ شہاب نے شہاب نامہ میں اس حقیقت کو بڑے خوبصورت انداز میں سمجھایا ہے۔

وہ لکھتے ہیں، ان کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ ہو:

''جب میری عمر پانچ یا چھ سال کے قریب تھی تو اس زمانے میں مجھے اسلام اور پیغمبر اسلام کے ساتھ کسی قسم کا کوئی خاص لگاؤ نہ تھا۔ مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے کے باعث میکانکی طور پر کلمہ جانتا تھا اور دینیات کے استاذ کے خوف سے نماز کی سورتیں اور دعائیں طوطے کی طرح رٹ رکھی تھیں۔

آبادی سے دور ایک مخبوط الحواس، مجنوں صفت، مجذوب نما شخص ویرانے میں بیٹھا رہتا تھا اور ہمہ وقت ''لا الٰہ الا اللہ'' کی ضربیں لگاتا رہتا تھا۔ میں اور میرا ایک ہم عمر ہندو دوست اکثر اس کے پاس جا کر اس کا منہ چڑایا کرتے اور اس کے ذکر کی نقلیں اتارا کرتے تھے۔ میرا ہندو دوست ''لا الٰہ الا اللہ'' کے وزن پر مہمل، مضحکہ خیز اور کبھی کبھی فحش قافیے جوڑ کر مذاق بھی اڑایا کرتا تھا۔ مجذوب نے ہمیں بار بار ڈانٹا کہ ہم اللہ کے نام کی بے حرمتی نہ کریں، لیکن ہم باز نہ آئے۔ ایک روز ہم دونوں اسی مشغلے میں مصروف تھے کہ ایک شخص ادھر سے نعتیہ اشعار اَلاپتا ہوا گزرا، جس کا ایک مصرع یہ تھا:

ع محمد نہ ہوتے تو دنیا نہ ہوتی

یہ مصرع سن کر میرا ہندو دوست زور زور سے ہنسنے لگا اور اس نے اسم محمد ﷺ کی شان میں کچھ گستاخانہ کلمات بھی کہہ دیے۔ میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، لپک کر ایک پتھر اٹھایا اور اسے گھما کر ہندو لڑکے کے منہ پر ایسے زور سے مارا کہ اس کے سامنے کا آدھا دانت ٹوٹ گیا۔

یہ حقیقت ہے کہ اس زمانے میں شعوری طور پر اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ ﷺ دونوں کے ساتھ یکساں بیگانگی تھی۔ پھر لاشعور کی وہ کون سی لہر تھی جو اللہ کے ساتھ مذاق پر تو خاموش رہتی تھی، لیکن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گستاخی پر آناً فاناً جوش میں آ گئی تھی؟

یوں بھی عام مشاہدہ یہی ہے کہ اگر کوئی ہمیں گالی دے تو غصہ آتا ہے اور ہمارے ماں باپ کو گالی دے تو اور زیادہ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خلاف زبانِ طعن دراز کرے تو دل کڑھتا ہے اور گالی گلوچ تک نوبت آ سکتی ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ

کے متعلق بدزبانی کرے، تو اکثر لوگ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور کچھ لوگ تو مرنے مارنے کی بازی تک لگا بیٹھتے ہیں۔ اس میں اچھے، نیم اچھے یا برے مسلمان کی بالکل کوئی تخصیص نہیں، بلکہ تجربہ تو یہی شاہد ہے کہ جن لوگوں نے ناموسِ رسول پر اپنی جانوں کی بازی لگائی، وہ ظاہری طور پر نہ تو علم وفضل میں نمایاں تھے اور نہ زہد وتقویٰ میں ممتاز تھے۔ ایک عامی مسلمان کا شعور اور لاشعور جس شدت اور دیوانگی کے ساتھ شانِ رسالت کے حق میں مضطرب ہوتا ہے، اس کی بنیاد عقیدے سے زیادہ عقیدت پر مبنی ہے۔

خواص میں یہ عقیدت ایک جذبہ اور عوام میں ایک جنون کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔ یہ جذبہ یا جنون نہ تو کسی منظّم تحریک کی پیداوار ہے اور نہ ہی کسی خاص برین واشنگ کا نتیجہ۔ یہ تو ایک خودکار تخلیقی عمل کی طرح جنم لے کر فطرتِ انسانی کے ایسے نہاں خانوں میں پوشیدہ رہتا ہے، جس کا بسا اوقات ہمیں خود بھی علم نہیں ہوتا۔ زیادہ نیک لوگوں میں عقیدتِ رسول کی حدت پائی جاتی ہے اور نسبتاً کم نیک لوگوں میں عقیدتِ رسول کی شدت پائی جاتی ہے۔

عقیدت کی حدت اور شدت کا یہ وسیع وعریض ہمہ گیر پھیلاؤ یقیناً اس آیت کریمہ کی منہ بولتی تفسیر ہے، جس میں اللہ نے حضور ﷺ کے بارے میں یہ بشارت دی ہے۔ وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ''اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا''، ظاہری طور پر تو اس بشارت کا مظہر ذکر رسول ہے، جو درود وسلام اور اذان و نماز میں بار بار ہر جگہ، ہر آن لازمی طور پر کیا جاتا ہے، لیکن باطنی طور پر اس کا کھلا مظہر احترام رسالت کی وہ پوشیدہ حقیقت ہے، جو ہر اچھے یا برے مسلمان کے لاشعور میں اسی طرح جاری وساری رہتی ہے، جس طرح کہ خون اس کی رگوں میں گردش کرتا ہے'' --- [شہاب نامہ، ۱۲۱۷]

علامہ اقبال کا گستاخی برداشت نہ کرنا

علامہ اقبال کا دل عشقِ رسول سے معمور تھا، اس کی روشنی سے ان کے دل کی پوری کائنات منور تھی۔ حضور ﷺ کا نام لبوں پر آتے ہی بے تاب ہو جاتے اور ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپنے لگتے۔ وہ شانِ نبوی میں زبان درازی اور دشنام طرازی تو دور کی بات، ادنیٰ گستاخی کو بھی

برداشت نہ کرتے تھے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ غصے کی تمتماہٹ سے پھٹ پڑیں گے۔ ایک مرتبہ ایک نوجوان نے آپ کی محفل میں حضور ﷺ کا نام مبارک آداب والقاب کے بغیر ''محمد صاحب'' کہہ کر پکارا، آپ کا چہرہ یک دم متغیر ہوگیا، آنکھوں سے آنسوں کی جھڑی لگ گئی اور آپ نے اس کو فوراً اپنی محفل سے نکلوادیا۔

ایک مرتبہ آپ کے سامنے بعض مکاتبِ فکر کی گستاخانہ عبارات کا ذکر ہوا، تو آپ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا اور آپ نے جلال کے ساتھ کہا: ان لوگوں پر آسمان کیوں نہیں پھٹ پڑتا۔

ایک مرتبہ انہوں نے ذکر رسول کرتے ہوئے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

''میں تو یہ بھی برداشت نہیں کرسکتا کہ کوئی شخص میرے پاس آ کر یہ کہے کہ تمہارے پیغمبر نے ایک دن میلے کپڑے پہنے ہوئے تھے''---

علامہ اقبال سے بھی بہت پہلے ایک عظیم فقہی مذہب کے بانی حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی اکرم ﷺ کی مبارک رِدا کی حرمت وتقدیس اور تکریم وتعظیم کو قائم رکھنے کے لیے فتویٰ صادر کرتے ہیں کہ جس شخص نے یہ کہا کہ حضور ﷺ کی چادر مبارک یا آستین مبارک میلی ہے اور اس سے اس کا مقصد حضور ﷺ کو عیب لگانا ہے، تو ایسے شخص کو قتل کردیا جائے گا۔

فیض رسول فیضان نے کہا تھا:

سرکار ﷺ کے وقار پر آئے نہ کوئی حرف
عمر عزیز بس اسی دھن میں گزار دو

بھنگڑ گستاخی برداشت نہ کرسکا

امرتسر کا یہ ایمان افروز اور عبرت انگیز واقعہ حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عرس، منعقدہ مسجد جان محمد، امرتسر کے اجتماع عظیم میں بیان فرمایا تھا:

''امرتسر کے گرجا گھر کے سامنے کھڑا ہوکر ایک پادری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فضائل اور عیسائی مذہب کی خوبیاں بیان کررہا تھا، وہ دورانِ تقریر حضور پرنور نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی ادب واحترام سے نہیں لیتا تھا۔ سامعین میں ایک بھنگڑ اس حالت میں کھڑا تھا کہ بھنگ گھوٹنے والا ڈنڈا اس کے کندھے پر تھا۔

اس خوش بخت نے کہا: ''پادری! ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو برحق نبی مانتے ہیں اور ان کا نام ادب سے لیتے ہیں تو بھی ہماری سچی سرکار ﷺ کا نام ادب سے لے''

مگر پادری پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا، وہ حسبِ سابق اسی طرح بولتا رہا۔ اس عالی ہمم نے پھر ٹوکا۔ جب پادری نے تیسری بار بھی اسی طرح نام لیا تو اس پاک نہاد نے اپنا وہ ڈنڈا، جس سے بھنگ گھوٹتا تھا، اس زور سے پادری کے سر پر مارا کہ اس کا سر پھٹ کر بھیجا باہر آ گیا اور وہ موقع پر ہی واصل جہنم ہو گیا۔ یہ عاشقِ صادق پکڑا گیا، موت کی سزا ہوئی، اپیل ہوئی، انگریز جج نے یہ لکھ کر بری کر دیا کہ:

''پادری کا قاتل تکیہ نشین بھنگڑ ہے، کوئی مولوی نہیں۔ مولوی اور پادری کی تو کوئی باہمی رنجش ہو سکتی ہے، مگر بھنگڑ سے پادری کی کسی دیرینہ یا تازہ رنجش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ پادری نے ضرور اس کے جذبات کو مجروح کیا ہے، لہٰذا میں اسے بری کرتا ہوں'' ---

اللہ تعالیٰ اس عاشقِ صادق کی مرقد منور پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اور اس جیسا ایمان ہر مسلمان کو نصیب فرمائے۔ آمین، بجاہ سید المرسلین ﷺ

اس واقعے کے نقل کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ وہ پادری حضور پُرنور سید الانبیاء ﷺ کی شانِ اقدس میں کوئی گستاخی کا کلمہ نہیں کہہ رہا تھا، صرف آپ کا اسم پاک اسلامی آداب سے نہیں لیتا تھا۔ پھر بھی ایک بھنگ گھوٹنے والا مسلمان عاشقِ رسول یہ برداشت نہ کر سکا۔ ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ ہندوستان کا ایک مولوی کہلانے والا شخص اپنی ایمان سوز کتاب ''تقویۃ الایمان'' میں رسول اللہ ﷺ کا نام کیسے گستاخانہ وبے باکانہ انداز میں لیتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

''جس کا نام محمد یا علی ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں'' --- (نقل کفر، کفر نباشد)

حیرت ہے کہ ہمارے اس دور میں بھی کچھ ایسے نام نہاد مسلمان پائے جاتے ہیں، جو ایسی بلکہ اس سے بھی بدتر عبارات کو تحفظ فراہم کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔ کیا ایسے لوگوں سے وہ بھنگ گھوٹنے والا بہتر نہیں، جس کو پادری کا صرف ''محمد صاحب'' کہنا بھی ناگوار گزرا اور اس نے اپنے مذہبِ عشق کا جھنڈا بلند کر دیا۔

اختر شیرانی کا عشق رسول

اختر شیرانی ایک بلا نوش شاعر تھا، چند کمیونسٹ نوجوانوں کے ساتھ بیٹھا مختلف موضوعات پر باتیں کر رہا تھا، کوئی اس سے غالب کے بارے میں پوچھ رہا تھا اور کوئی فیض کے بارے میں،

کوئی جوش کے متعلق پوچھ رہا تھا اور کوئی احمد ندیم قاسمی کے بارے میں۔ اسی دوران ایک ظالم نے حضور ﷺ کا نام لے کر کہا کہ آپ کا ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟ بس! یہ سوال پوچھنے کی دیر تھی کہ اختر شیرانی نے بلور کا گلاس اٹھایا اور اس کے سر پر دے مارا، کہا، تو ایک روسیاہ، عاصی اور فاسق منہ سے کیا کہلوانا چاہتا ہے۔ نشے کی اس حالت میں تمہیں یہ نام لینے کی جرأت کیسے ہوئی۔ شدید غصے کے عالم میں اسے محفل سے نکال دیا اور ساری رات رو رو کر کہتے رہے کہ یہ بدبخت لوگ اتنے بے باک ہیں کہ ہم سے ہمارا آخری سہارا بھی چھین لینا چاہتے ہیں۔ [ماخوذ از مضامین، مجھے ہے حکم اذاں]

یہ عاشق کون سی بستی کے یارب رہنے والے ہیں

عاشقانِ سید ابرار ﷺ کسی عالم و مفتی سے پوچھے بغیر ہی ادب نہ کرنے والوں کو جہنم رسید کر دیتے ہیں، ان کا مفتی ان کا وجدان ہوتا ہے، ان کا پیرو مرشد ان کا جذبہ عشق ہوتا ہے، لہٰذا ایسے ''ان پڑھ'' غازیوں کا ہر انداز نرالا ہوتا ہے۔

ذرا دیکھیے! جب بالا مل سنار نے گستاخیٔ رسالت کا ارتکاب کیا تو اس پر غازی محمد صدیق شہید رحمۃ اللہ علیہ شیر کی طرح جھپٹا۔ جب سردار ویدا سنگھ نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں اپنی گستاخانہ زبان کھولی، تو غازی احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اس کے لیے آسمان کی بجلی ثابت ہوا۔ جب چنچل سنگھ بارگاہِ رسالت ﷺ میں بھونکا تو غازی محمد عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو جہنم رسید کیا۔ جب نتھو رام نے اہانتِ رسول کا ارتکاب کیا تو غازی عبدالقیوم شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا کام تمام کیا۔ جب راج پال گستاخ شاتم رسول سامنے آیا تو اس کے سینے میں خنجر گھونپنے کا فریضہ غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ نے سرانجام دیا۔ جب جرمنی کے ایک خبیث ایڈیٹر ہینرک بروڈر نے رسول اللہ ﷺ کے گستاخانہ خاکے شائع کیے تو اس کے لیے غازی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ شاہینِ شہ لولاک ﷺ ثابت ہوا اور جب گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے گستاخیٔ رسالت کے قانون کو ختم کرانے کی ناپاک کوشش کی تو غازی ممتاز قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا کام تمام کر دیا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

❖❖❖❖❖

حکمتِ فاروقی کے جواہر پارے

سید محمد فاروق القادری رحمۃ اللہ علیہ

دنیا میں کسی انسان کی عظمت کو دیکھنے کے عام طور پر دو ہی بڑے پیمانے ہیں--- پہلا تو یہ کہ اس کی فکر اور دعوت کیا ہے اور دوسرا یہ کہ اس کی اپنی زندگی کہاں تک اس فکر کی عکاسی کرتی ہے---

حقیقت یہ ہے کہ پوری انسانی تاریخ میں اگر کسی کی فکر عالم گیر، اس کی دعوت نجات دہندۂ خلق، اس کا پیام فلاح وصلاحِ عالم کا ضامن اور اس کی زندگی ان اصولوں کی جیتی جاگتی تصویر ہے، تو وہ مقتدائے انسانیت سید الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے یا پھر وہ مبارک لوگ ہیں جنہوں نے انسانیت کے اس محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت وشفقت اور جہاں بانی کے سبق سیکھے---

اسی درس گاہ کے نام ور متعلم سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے نام نامی سے کون واقف نہیں؟--- آپ کی جامع اور متنوع زندگی کے ایک ایک پہلو پر مبسوط مضامین لکھے جا سکتے ہیں--- اسلامی تاریخ کے اس سب سے بڑے ہیبت اور دبدبے والے درویش، متواضع اور منکسر المزاج خلیفہ کی زندگی کا ہر پہلو عظیم ہے--- ذیل میں ہم آپ کے بعض حکیمانہ مقولے پیش کرتے ہیں، جو آپ کی جامع اور کامیاب زندگی کا راز اور لب لباب ہیں--- بظاہر یہ معمولی باتیں ہیں، لیکن اگر ان پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ دراصل یہی وہ زندگی کے پاکیزہ اصول ہیں، جنہیں حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے درس گاہِ نبوی سے سیکھ کر امیر المومنین فاروق اعظم (رضی اللہ عنہ) کا رتبہ حاصل کیا--- آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

○......جو شخص اپنا راز چھپاتا ہے، وہ اپنا اختیار اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے---

○......جس سے تم کو نفرت ہو، اس سے ڈرتے رہو---

○......جو شخص برائی سے واقف نہیں، وہ اس میں مبتلا ہوگا---

○......تین چیزیں محبت بڑھانے کا ذریعہ ہیں:

[۱]......سلام کرنا---

[۲]......دوسروں کے لیے مجلس میں جگہ خالی کرنا---

[۳]......مخاطب کو بہترین نام سے پکارنا---

○......آدمی کے نماز روزہ کو نہیں بلکہ اس کی دانائی اور راست بازی کو دیکھنا چاہیے---

○......خدا اس شخص کا بھلا کرے، جو مجھے میرے عیوب سے مطلع کرتا ہے---

○......دنیاوی حرص کو کم کرو، آزادانہ زندگی بسر کرسکو گے---

○......اگر غیب دانی کے دعویٰ کا خیال نہ ہوتا تو میں کہتا کہ پانچ شخص بہشتی ہیں:

[۱]......وہ محتاج جو عیال دار ہو مگر صابر ہو---

[۲]......وہ عورت جس کا شوہر اس سے راضی اور خوش ہو---

[۳]......وہ عورت جس نے اپنا حق مہر شوہر کو معاف کر دیا ہو---

[۴]......وہ جس کے والدین اس سے راضی ہوں---

[۵]......وہ جو اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرلے---

○......مقدمات کا فیصلہ جلد کرنا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ دیر کے سبب انصاف کی افادیت ہی ختم ہو کر رہ جائے---

○......زیادہ ہنسنے سے عمر کم ہوتی ہے، رعب داب جاتا رہتا ہے اور موت سے غفلت ہو جاتی ہے---

○......جو عیب سے مطلع کرے، وہ دوست ہے---

○......طمع کرنا مفلسی اور بے غرض ہونا امیری ہے---

○......بدترین آوازیں دو ہیں، راگ کی اور نوحہ کی---

○......کم بولنا حکمت، کم کھانا صحت، کم سونا عبادت اور کم آمیزی میں عافیت ہے---

○......مشغولیت سے پہلے فراغت اور موت سے پہلے زندگی کو غنیمت جان---

حکیمانہ کردار

اسلامی افواج جب عجمی علاقوں میں داخل ہوئیں، تو آپ نے اس خطرہ کے پیش نظر کہ

ریگستانِ عرب کے صحراؤں کی گود میں پلے ہوئے جفاکش، بہادر اور محنتی مجاہدوں کو عجم کی ٹھنڈی ہوائیں، میٹھے پانی اور سرسبز و شاداب مرغ زار، بہادری کے اوصاف سے محروم نہ کردیں---آپ نے خط میں لکھا:

○.....فوج کا ہر افسر اور سپاہی لازمی طور پر دن کا کچھ حصہ دھوپ میں گزارے، حماموں میں نہ نہائے، گھوڑوں پر رکاب کے سہارے نہ سوار ہو، نرم و گداز کپڑے نہ پہنے، ہر فوجی اپنے ساتھ تمام ضروری سامان یہاں تک کہ سوئی دھاگہ اور قینچی تک رکھے---

آپ کا خبر رسانی اور جاسوسی کا محکمہ اس قدر مؤثر تھا کہ میدان جنگ کی ایک ایک حرکت سے آپ مطلع ہوتے تھے---علامہ طبری نے آپ کے متعلق لکھا ہے:

وَ کَانَ عُمَرُ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ---

''سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کوئی چیز مخفی نہیں رہتی تھی''---

○.....آپ کی زندگی کا ایک رخ یہ ہے کہ روم و شام پر فوجیں بھیجی جارہی ہیں، قیصر و کسریٰ کے سفیر باریاب ہورہے ہیں، خالد و امیر معاویہ رضی اللہ عنہما سے باز پرس ہورہی ہے، سعد بن وقاص، ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کے نام احکام و فرامین لکھے جارہے ہیں اور دوسرا رخ یہ ہے کہ بدن پر جو کرتہ ہے، اسے چودہ پیوند لگے ہوئے ہیں، سر پر پھٹا ہوا عمامہ ہے، پاؤں میں ٹوٹی پھوٹی جوتیاں ہیں اور اس حالت میں بھی مشک اٹھا کر بیوہ عورتوں کے گھروں کا پانی بھرنے جارہے ہیں یا کہیں زمین پر اینٹ سرہانے رکھ کر آرام کررہے ہیں---آپ کے گھر کا یومیہ خرچ دو درہم تھا---

○.....ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ علاقہ شام سے واپس آئے تو آپ تنہا ہوکر لوگوں سے حالات دریافت کرنے لگے، اس اثنا میں آپ ایک بڑھیا کے پاس سے گزرے اور اس سے اس کا حال دریافت کرنے لگے---بڑھیا نے پوچھا:

''عمر کا کیا حال ہے؟''---

آپ نے کہا:

''وہ ابھی شام سے واپس آئے ہیں''---

بڑھیا نے کہا:

''اللہ تعالیٰ عزوجل میری طرف سے انہیں جزائے خیر نہ دے''---

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''کیوں؟''---

بڑھیا نے کہا:

''جب سے وہ خلیفہ ہوئے ہیں، مجھے بیت المال سے ایک پیسہ نہیں ملا''---

آپ نے فرمایا:

''عمر کو تیرا حال کیا معلوم؟''---

اس نے کہا:

''آپ نے یہ کیا کہا؟--- جو شخص خلیفۂ رسول ہو اور اسے یہ معلوم نہ ہو کہ مشرق و مغرب کے درمیان کیا ہو رہا ہے''---

بڑھیا کے یہ الفاظ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور کہنے لگے:

''اے عمر! تجھ پر افسوس ہے، تیری رعایا تجھ سے کیسے جھگڑتی ہے؟--- ہر شخص تجھ سے زیادہ فقیہ ہے''---

اس کے بعد آپ نے اس بڑھیا سے پوچھا:

''تو اپنی دادخواہی کتنے میں فروخت کر کے اپنے دعویٰ سے دست بردار ہو سکتی ہے، میں عمر کو اس پر راضی کر لوں گا''---

بالآخر جرح و قدح کے بعد آپ نے بیس درہم میں اس کی دادخواہی خرید لی--- رخصت ہونے کو تھے کہ حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْن'' کہتے ہوئے آ موجود ہوئے، آپ نے تحریر اس طرح لکھی:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ تحریر ہے اس امر کے متعلق کہ عمر نے فلاں بڑھیا سے اپنی ابتدائے خلافت سے اب تک اس کی دادخواہی بیس درہم میں خرید لی، اب اگر وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عزوجل کے حضور دعویٰ کرے تو میں اس سے بری ہوں، علی اور عبداللہ بن مسعود اس پر گواہ ہیں''---

○...... جب حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کسی شخص کو گورنری یا ایسا کوئی دوسرا اہم منصب سپرد فرماتے تو صحابہ کے ایک گروہ کے سامنے اس کو تقرری کا پروانہ عنایت کرتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گواہ بناتے--- ہر عامل سے عہد لیا جاتا تھا کہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا، باریک کپڑے نہ پہنے گا، چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا، دروازے پر دربان نہ رکھے گا، اہلِ حاجت کے لیے دروازہ ہمیشہ کھلا رکھے گا---تقرری کے وقت عامل کے مال و اسباب کی مفصل فہرست تیار کر کے محفوظ کر لی جاتی تھی اور گاہے گاہے اس فہرست سے اس کے اسباب کا موازنہ کیا جاتا تھا---

تمام عمال کو حکم تھا کہ ہر سال حج کے موقع پر حاضر ہوں--- حج کی تقریب میں اطراف و اکناف

کے لوگ موجود ہوتے تھے، اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اعلان فرمایا کرتے تھے:

''جس شخص کو کسی عامل کے خلاف کوئی شکایت ہو، وہ پیش کرے''---

چناں چہ بعض اوقات عمال کے خلاف معمولی شکایتیں پیش ہوتیں اور تحقیقات کے بعد انہیں رفع کیا جاتا---آپ کے محکمۂ احتساب کے چیف محمد بن مسلمہ بلا خوفِ لومۃ لائم، عمال کا احتساب کرتے تھے---عیاض بن غنم عاملِ مصر کو، جو کہ باریک کپڑے پہننے اور دروازے پر حاجب بٹھانے کے جرم میں ماخوذ ہو کر آئے تھے، آپ نے بالوں کا کرتہ پہنا کر بکریوں کا گلہ سپرد کیا کہ اسے چرائیں، یہاں تک کہ انہوں نے توبہ کی---اسی طرح سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی ڈیوڑھی آپ کے حکم سے محمد بن مسلمہ نے جلادی---

○......اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جہاں حکمرانی اور سلطنت کے لیے مثالی اصول وضع کیے، بعینہٖ وہاں آپ نے اسلامی طرزِ معاشرت، سادگی، تواضع، مساوات، عدل اور اخوت کا پیکر بن کر ثابت کر دیا کہ دینِ فطرت میں حکمرانی دراصل خدمتِ خلق کا نام ہے---آپ کی مثالی زندگی ہر دور کے حکمرانوں کے لیے مشعل راہ ہے---

اے کاش! دنیا کے مسلمان حکمران اپنے اس عظیم قائد کی زندگی کو اپنا آئیڈیل بنا کر چلیں تو آج بھی وہ اپنے اپنے ممالک کو امن و سکون، خوش حالی و مسرت کا گہوارہ بنا سکتے ہیں---

❁❁❁❁❁

عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ

دے جس کی زباں رازِ خدائی کی خبر
ہے جس کی جبیں مطلعِ انوارِ سحر
کیا شان ہے، کیا عزت و عظمت اس کی
لَوْ کَانَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ کَانَ عُمَر

عبدالعزیز خالد

❁❁❁❁❁

امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

مولانا محمد ناصر خان چشتی

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا　　　　ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

تاج دارِ ذوالنورین...... صاحب الہجرتین...... جامع القرآن...... کامل الحیاء والایمان...... ایثار وقربانی کے عظیم پیکر...... شہید مظلوم...... جلوت وخلوت کے رازدار...... معتمد ومحبوب صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم...... خلیفہ سوم امیر المومنین حضرت عثمان غنی بن عفان رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر صحابی اور خلیفۂ راشد ہیں، جن کا کردار اہلِ ایمان کے لیے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتا ہے اور قیامت تک تمام صاحبانِ ایمان آپ کی سیرت اور اسوہ پر عمل کر کے رشد و ہدایت حاصل کرتے رہیں گے۔ یوں تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رشد و ہدایت اور اخلاقِ کریمانہ کے ستارے اور مثالی پیکر ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بعض ایسی خصوصیات سے نوازا، جو صرف آپ کا طرۂ امتیاز تھا، زہد وتقویٰ، فیاضی وسخاوت، تواضع وانکسار، صبر وتحمل، عزم واستقلال اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ تمام اہلِ ایمان کے لیے مینارۂ نور ہیں۔

سلسلۂ نسب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت

خلیفہ سوم امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ عام الفیل کے چھٹے سال مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام عفان اور والدہ محترمہ کا نام اروی بنت کریز ہے۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور ابوعمرو ہے، جب کہ آپ کا لقب ذوالنورین ہے۔

آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔ حضرت عثمان غنی بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی اموی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نانی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سگی پھوپھی تھیں، اس اعتبار سے آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی رشتہ دار تھے۔

خاندانی شرافت و کرامت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا خاندان مکہ مکرمہ میں ایامِ جاہلیت میں بھی بڑی غیر معمولی اہمیت، عزت وکرامت اور اقتدار کا حامل تھا۔آپ کے جداعلیٰ امیہ بن عبد شمس کا شمار قریش کے بڑے رئیسوں میں ہوتا تھا۔خلفائے بنوامیہ اسی امیہ بن عبد شمس کی طرف سے منسوب ہوکر ''امویین'' کہلاتے ہیں۔اسی طرح ابوسفیان بن حرب اموی جنھوں نے قبولِ اسلام سے پہلے تمام غزوات میں رئیس قریش کی حیثیت سے لشکر قریش کی قیادت کی۔الغرض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خاندان شرافت، ریاست،غزوات اور اقتدار کے اعتبار سے عرب میں نہایت ممتاز حیثیت کا حامل تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ابتدائے اسلام میں ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لے آئے تھے، جب کہ آپ سے پہلے صرف تین افراد مسلمان ہوئے تھے، چوتھے مسلمان آپ تھے۔آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت وتحریک پر ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بچپن ہی سے اپنا مستقبل اور دنیا وآخرت سنوار چکے تھے۔عہد شباب کا آغاز آپ نے کاروبارِ تجارت سے کیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے آپ عرب کے امیر ترین شخص بن گئے،لیکن آپ نے اپنی تمام دولت اور مال ومتاع کو اسلام کی اشاعت اور فروغ میں استعمال کیا اور زندگی میں ہی زبانِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کئی مرتبہ جنت کی بشارت حاصل کی۔

مثالی سیرت و کردار

خلیفہ سوم امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بن عفان کی سیرت طیبہ کا جب مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں آپ کی عظیم سیرت وکردار پر رشک آتا ہے۔وہ کون سا خلق اور کون سی صفت جلیلہ ہے جو آپ کی کتابِ حیات کا حصہ نہیں تھی۔

- محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ حالت تھی کہ تمام غزوات میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہم رکاب ہوکر ایثار وقربانی کی عدیم النظیر مثالیں ثبت فرمائیں۔
- عبادت وریاضت کا یہ عالم تھا کہ دن کے وقت کارِ خلافت میں مصروف رہتے ہیں اور پھر پوری پوری رات عبادت وریاضت اور ذکرِ الٰہی میں بسر کرتے ہیں حتیٰ کہ ایک ہی رکعت میں پورا قرآن پاک ختم کردیتے ہیں۔
- احترام رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس قدر تھا کہ جس ہاتھ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی تھی، پھر زندگی بھر اس ہاتھ کو نجاست یا محل نجاست سے نہیں لگایا۔
- اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ کیفیت تھی کہ ہمیشہ اپنے ہر قول وفعل میں اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی

پیروی کرتے تھے، حتیٰ کہ ایک مرتبہ وضو کرنے کے بعد مسکرائے تو لوگوں نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو فرما کر مسکراتے ہوئے دیکھا تھا [مسند احمد، جلد ۱، صفحہ ۵۸] اسی طرح ایک مرتبہ سامنے سے جنازہ گزرا تو فوراً کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ نبی کریم ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ [مسند احمد، جلد ۱، صفحہ ۶۸]

- زہد و تقویٰ اور سخاوت کا یہ حال تھا کہ غیر معمولی دولت مند ہونے اور خلیفہ ہونے کے باوجود کبھی امیرانہ طرزِ زندگی اختیار نہیں کی، اور نہ ہی کبھی زیب و زینت کی چیزیں استعمال فرمائیں، حتی کہ اپنے دورِ خلافت میں خلیفہ کے لیے مخصوص مقرر شدہ وظیفہ سے بھی دستبردار ہو گئے اور اپنا وظیفہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے بیت المال میں جمع کرادیا۔
- تواضع اور سادگی کا یہ عالم تھا کہ گھر میں سیکڑوں غلام اور باندیاں موجود ہیں، لیکن اپنا کام اپنے ہاتھوں سے خود ہی کرلیا کرتے تھے۔ رات کو تہجد کے لیے اٹھتے اور وضو وغیرہ کا سامان خود کرتے، کسی غلام کو جگا کر اس کی نیند خراب نہیں کرتے تھے۔
- رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے متعدد مرتبہ جنتی ہونے کی بشارت پانے کے باوجود خوفِ خدا اور خشیت الٰہی کا یہ حال تھا کہ جب آپ کسی قبر کے قریب سے گزرتے تو اس قدر روتے کہ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے بھیگ جاتی۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ اس قدر گریہ وزاری کیوں کرتے ہیں؟ تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ قبر آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے، اگر یہاں آسانی ہو تو سب باقی تمام منازل آسان ہو جائیں گی اور اگر یہاں دشواری ہو تو باقی منازل اس سے زیادہ دشوار ہوں گی۔ [جامع ترمذی، مشکوٰۃ المصابیح]
- اصحابِ رسول ﷺ سے تعلق کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے پچاس درہم قرض لیے۔ کچھ دنوں کے بعد جب واپس کرنے آئے تو لینے سے انکار کردیا اور فرمایا کہ یہ تمہاری مروّت کا صلہ ہے۔ [تاریخ طبری، جلد ۳، صفحہ ۱۳۹]

تاجدارِ ذوالنورین

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ایک لقب ''ذوالنورین'' یعنی ''دو نوروں والا'' ہے، کیوں کہ آپ کا نکاح حضور پرنور ﷺ کی دو صاحبزادیوں سے یکے بعد دیگرے ہوا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو وہ عظیم اعزاز اور شرف حاصل ہے جو ان کی کتاب حیات کا سب سے منفرد اور درخشاں باب ہے، یعنی امام الانبیاء حضور سید عالم ﷺ نے آپ کو اپنی فرزندی میں قبول فرمایا ہے۔ چنانچہ علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ انسانِ اوّل یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کسی انسان کو یہ عظیم شرف

حاصل نہیں ہوا ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے کہ کسی نبی کی دو صاحبزادیاں اس کے نکاح میں آئی ہوں۔

چنانچہ نزولِ وحی اور اعلانِ نبوت سے پہلے حضور اکرم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح فرمایا تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔ پھر جب آپ حبشہ سے مدینہ طیبہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ بیمار ہو گئیں اور اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئیں۔ پھر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی زوجیت سے بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سرفراز فرمایا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

روایت میں ہے کہ ۹ ہجری میں جب دختر رسول حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری تیسری بیٹی بھی ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی حضرت عثمان غنی سے کر دیتا۔ [اسد الغابہ، جلد۳، صفحہ ۳۷۶]

جب کہ ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے ان سب کا نکاح حضرت عثمان غنی سے کر دیتا۔

[ابن عساکر، تاریخ الخلفاء]

صاحب الہجرتین

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ایک لقب صاحب الہجرتین (دو ہجرتیں کرنے والے) بھی ہے، کیوں کہ آپ نے دو مرتبہ ہجرت کی ہے۔ پہلی مرتبہ مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، جس کو اسلام کی پہلی ہجرت بھی کہا جاتا ہے اور دوسری مرتبہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی۔

پہلی مرتبہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور سید عالم ﷺ کے حکم سے اپنی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ چناں چہ اس امت کا یہ پہلا کارواں تھا جو اسلام اور حق وصداقت کی خاطر اپنے وطن اور اہل وطن کو چھوڑ کر بے وطن ہوا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

اِنَّ عُثْمَانَ اَوَّلُ مَنْ هَاجَرَ بِاَهْلِهٖ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ---

''بلاشبہ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) میری امت میں سے وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کی ہے''---[الاصابہ، حافظ ابن حجر عسقلانی]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کچھ سال تک حبشہ میں رہے اور پھر چند وجوہ کی بنا پر واپس مکہ مکرمہ آ گئے اور اسی دوران مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا سامان پیدا ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے تمام اصحاب کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ حکم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور وہاں حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مہمان بن گئے اور بعد میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی اور حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہما کے درمیان رشتہ مواخات قائم فرما دیا۔ اس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خاطر دو مرتبہ ہجرت کا شرف حاصل کیا۔

خوبیاں اور صفاتِ حسنہ

ابن عساکر میں ہے کہ ابن ثور الفہمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب محصور تھے تو اس وقت میں ان کے پاس گیا تھا۔ آپ نے اپنی دس خوبیاں اور صفات حسنہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میری یہ دس خوبیاں اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہیں:

① اسلام میں داخل ہونے والا چوتھا آدمی تھا۔

② حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے میرے نکاح میں دیں۔

③ میں نے گانے بجانے کی محفل میں کبھی شرکت نہیں کی۔

④ میں لہو ولعب میں کبھی مشغول نہیں ہوا۔

⑤ میں نے کبھی برائی کی خواہش نہیں کی۔

⑥ میں نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

⑦ میں نے کبھی چوری نہیں کی۔

⑧ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کرنے کے بعد میں نے اپنا سیدھا ہاتھ کبھی اپنی شرمگاہ کو نہیں لگایا۔

⑨ اسلام لانے کے بعد میں نے ہر جمعہ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک غلام آزاد کیا، اگر کسی جمعہ کو میسر نہیں ہوتا تو اگلا جمعہ آنے سے پہلے کسی دن غلام آزاد کر دیتا۔

⑩ میں نے ''ترتیب نزول'' پر زمانہ نبوی میں بھی قرآن مجید کو جمع کیا تھا۔

زبانِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنت کی بشارت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وہ خوش نصیب اور جلیل القدر صحابی ہیں کہ جن کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی مرتبہ جنتی ہونے کی بشارت دے دی تھی، خاص کر ایک مرتبہ کنواں ''بیر رومہ'' خریدتے وقت اور ایک مرتبہ ''جیش العسرۃ'' (غزوۂ تبوک) کے موقع پر اسلامی لشکر کی تیاری کے لیے قابلِ قدر ساز وسامان

(ایک ہزار دینار اور ۳۰۰ سو اونٹ مع سامان) مہیا کرنے کی بنا پر بارگاہِ رسالت ﷺ سے جنتی ہونے کی خوش خبری ملی تھی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو آقائے نامدار اور آپ سے نسبت و تعلق رکھنے والی ہر چیز سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ نے اپنے دورِ خلافت میں رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کا وظیفہ باقی صحابہ کرام کی بہ نسبت دگنا کر دیا تھا۔ آپ نے ہمیشہ اپنے مال و متاع سے دوسروں کو نفع اور فائدہ پہنچایا۔ آپ نے اپنے بارہ سالہ دورِ خلافت میں بیت المال سے ایک پیسہ بھی نہیں لیا بلکہ خلیفۃ المسلمین کے لیے مخصوص اپنا مقرر شدہ وظیفہ بھی عام مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سالانہ وظیفہ پانچ ہزار درہم مقرر تھا، اس حساب سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے بارہ سالہ دورِ خلافت میں تقریباً ساٹھ ہزار درہم کی رقم بیت المال میں مسلمانوں کے لیے چھوڑ دی تھی۔

جامع القرآن

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے کارہائے نمایاں میں ایک شاندار اور اہم ترین کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے دورِ خلافت میں قرآن کریم کو لغت قریش کے مطابق رائج کیا اور تمام مسلمانوں کو ایک قراءتِ قرآن پر جمع کیا، اس سے پہلے مسلمانوں کو سات لغات پر قرآن پاک پڑھنے کی اجازت تھی، معنی اور مفہوم کے اعتبار سے اگرچہ ان لغات میں کوئی فرق نہیں تھا لیکن ساتوں لغات میں بعض الفاظ ایسے تھے جو دوسری لغات سے نہیں ملتے تھے، جس کی وجہ سے ناواقف حضرات دوسری قراءت کی تکذیب (جھٹلانے) کے مرتکب ہو رہے تھے۔

چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کو ختم کرنے اور اس صورت حال کی اصلاح و درستگی اور امت مسلمہ کو ایک لغت قرآن پر جمع کرنے کے لیے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے دورِ صدیقی والا نسخہ منگوایا اور اس کی متعدد نقلیں تیار کروا کر تمام شہروں میں بھجوا دیں اور وہ نسخہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیا۔ اس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تمام امت کو ایک قرآن (لغت قریش) پر جمع کر دیا۔ اس لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو "جامع القرآن" کا عظیم لقب دیا گیا۔ چنانچہ آج جو قرآن کریم کا نسخہ ہمارے ہاتھوں میں ہے، یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ہی کوششوں کا ثمرہ ہے۔

مظلومیت و شہادت

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضور نبی غیب داں ﷺ کی زبان مبارک سے یہ علم ہو چکا تھا کہ آپ کو شہادت کی موت نصیب ہوگی۔ صحیح بخاری میں حدیث مبارک ہے کہ ایک روز حضور سید عالم ﷺ جبل اُحد پر تشریف فرما تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت

عثمان غنی رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے۔ جوں ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبل احد پر قدم رکھا تو پہاڑ نے (خوشی سے جھومنا اور) ہلنا شروع کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قدم مبارک سے پہاڑ کو ٹھوکر لگائی اور فرمایا:

اُثْبُتْ اُحُدُ فَمَا عَلَیْكَ اِلَّا نَبِیٌّ وَ صِدِّیقٌ وَ شَهِیْدَان---

''اے احد پہاڑ! ٹھہر جا، اس وقت تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں''---[صحیح بخاری، جلد۱، صفحہ۵۲۱]

مخبر صادق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان مبارک کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو یہ یقین کامل تھا کہ انھیں شہادت کی سعادت حاصل ہوگی۔

اسی طرح حضرت مرہ بن کعب اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستقبل میں پیش آنے والے فتنوں کا بیان کررہے تھے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: ''یہ شخص ان فتنوں کے وقت ہدایت پر ہوگا اور مظلوم شہید کیا جائے گا''۔

[صحیح مسلم، کتاب الفضائل]

اس لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق پختہ یقین اور ایمان تھا کہ ان کی شہادت مقدر ہو چکی ہے۔

حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ ہوا تو حالت محصوریت میں آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ میں تم سب کو اور خاص کر اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر یہ بات پوچھتا ہوں کہ کیا تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ فرمان یاد نہیں ہے کہ:

''جس نے جیش العسرۃ (تنگی والے لشکر) کے لیے سامان فراہم کیا، وہ جنتی ہے''---

اور کیا تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی یاد نہیں ہے کہ:

''جو شخص رومہ کا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کردے گا، وہ جنتی ہے''---

تو مدینہ کے اس کنویں کو میں نے ہی رومہ یہودی سے منہ مانگی قیمت پر خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی ہر بات کی تصدیق کی۔

روایات میں آتا ہے کہ ۱۷/ذوالحجہ ۳۵ ہجری کو جمعۃ المبارک کی رات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ایک ساتھ تشریف فرما ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں کہ:

''عثمان! جلدی کرو، ہم تمہارے افطار کے انتظار میں ہیں''---

جب کہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''عثمان! آج جمعہ میرے ساتھ پڑھنا''---

[طبقاتِ ابن سعد: جلد۳، صفحہ۵۳]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خواب سے بیدار ہوئے تو اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ آج ہمارا وقت وصال قریب آگیا ہے۔ پھر آپ نے لباس تبدیل کیا اور قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد باغیوں نے آپ پر حملہ کر دیا اور آپ کو بڑی بے دردی اور سنگ دلی کے ساتھ مدینہ طیبہ میں ۸۲ سال کی عمر میں ۱۸/ذوالحجہ ۳۵ ہجری کو جمعۃ المبارک کے دن شہید کیا گیا۔ آپ کی نمازِ جنازہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور وصیت کے مطابق آپ کو جنت البقیع کے قبرستان میں آسودۂ خاک کیا گیا۔

وفیات

گزشتہ دنوں:

● فاضل دار العلوم حنفیہ فریدیہ مولانا سید محمد منور حسین شاہ (جیٹھ پور، حجرہ شاہ مقیم) ● حضرت ڈاکٹر مفتی محمد ضیاء الحبیب صابری (اتفاق ٹاؤن، لاہور) کی صاحبزادی اور صاحبزادہ حکیم محمد سعد صابری اور صاحبزادہ پیر علی صابری کی ہمشیر (جو اپنے والد گرامی کے قائم کردہ بچیوں کے ادارہ کو احسن انداز میں چلا رہی تھیں)
● مولانا محمد رفیق نوری، محمد لطیف نوری اور محمد حنیف نوری (چک 15/S.P پاک پتن شریف کی والدہ محترمہ
● حاجی غلام علی (شازب رائس ملز، پاک پتن شریف) کے جواں سال بھانجے غلام فرید ٹریفک حادثے میں
● محمد اقبال و محمد یٰسین صاحبان (محلّہ احمد شاہ، بصیر پور) کے والد گرامی بابا علی محمد (بہ عمر ۱۲۵ سال)
● پروفیسر حافظ خلیل احمد نوری (لاہور) کے بہنوئی فقیر محمد ● مولانا نیاز احمد نوری (موضع ڈھلیانہ، حجرہ شاہ مقیم) کی ہمشیر اور حافظ محمد مشتاق ناصر (چک وریام بٹیاں، راجووال) کی والدہ محترمہ ● قاری غلام نبی (حویلی لکھا) کے والد گرامی ● حافظ محمد حسین نوری (والد حافظ محمد اعظم، قائداعظم پبلک سکول، ٹھوکر گاماں واہگرہ، بصیر پور) ● مولانا محمد احمد (مدنی پارک، بصیر پور) کے والد حکیم غلام جیلانی ● مولانا محمد طارق جاوید نوری (چک 5/4.L، رینالہ خورد) کی خوش دامن صاحبہ اور ● ممتاز صحافی، ادیب، مصنف اور نعت گو شاعر محترم سعید بدر (لاہور) قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں: اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحبزادہ مفتی محمد محبّ اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللّٰہ و سلم علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

چمنستانِ رسول کے دو پھول

حضرت مولانا ابوالانعام محمد رمضان المحقق النوری رحمۃ اللہ علیہ

کیا بات رضا اس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں، حسین اور حسن پھول

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:

اِنَّ الحَسَنَ وَ الحُسَیْنَ ھُمَا رَیْحَانَتَایَ---

[جامع ترمذی، کتاب المناقب، حدیث۳۷۷۰]

''حسین وحسن (رضی اللہ عنہما) یہ دونوں میرے پھول ہیں''---

ترمذی شریف میں ہے:

فَیَشُمُّھُمَا وَ یَضُمُّھُمَا إِلَیْہِ---

[باب مَنَاقِبِ الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ رضی اللہ عنہما، حدیث ۴۱۴۱]

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کو سونگھتے اور اپنے سینے سے لگاتے تھے''---

طبرانی اور بیہقی میں ہے:

رِیْحُ الْوَلَدِ مِنْ رِیْحِ الْجَنَّۃِ---[المعجم الاوسط، طبرانی، حدیث۵۸۶۰/ شعب الایمان، بیہقی، حدیث۱۰۵۵۰]

''خوشبوئے وَلد جنت کی خوشبو سے ہے''---

اس حدیث کی تشریح میں علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ المواھب اللدنیة، جلد ۷، صفحہ ۱۵ میں تصریح فرماتے ہیں کہ اس میں یہ احتمال بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے ساتھ خاص ہے۔

لِاَنَّ فِیْ وَلَدِھَا طعم ثِمَارِ الْجَنَّةِ---[فیض القدیر، حدیث ۴۴۸۸]

اس لیے کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں بہشتی پھولوں کی خوشبو تھی۔

اس میں شک نہیں کہ خوشبودار پھول ہر ایک کو پیارے لگتے ہیں، انھیں دیکھنے کو کئی چلتے ٹھہر جاتے ہیں، کئی ہاتھ پر اٹھالیتے ہیں، لگے ہوئے غبار کو رومالوں سے صاف کرتے ہیں، کوئی ذریعۂ انعام بناتے ہیں، مگر وہ پھول جس کے اپنے ہوتے ہیں، اس کے پیار ومحبت کا کوئی اور ہی عالم ہوتا ہے۔ وہ کیا ہی سماں ہوگا، جب سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو گود میں اٹھا کر لوری دیتی ہوئی فرمارہی ہوں گی:

اِبْنِیْ شَبِیْہٌ بِالنَّبِیِّ
لَیْسَ شَبِیْھًا بِعَلِیٍّ

[فتح الباری لابن حجر، حدیث ۳۴۶۷]

''میرا بیٹا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شبیہ ہے، حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے مشابہ نہیں ہے''---

زرقانی شریف میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ پیارے کلمات حضرت سیدہ زہراء رضی اللہ عنہا سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی سن کر کہے۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ جناب خلیفة المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نمازِ عصر پڑھ کر حضرت مشکل کشا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ چلے، راستہ میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، آپ نے ان کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور کہا:

بِـــأَبِـــیْ شَبِیْــــہٌ بِـــالــنَّبِــیِّ
لَــیْـــسَ شَبِیْـــھًـــا بِـعَـلِــیِّ

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر ہنس رہے تھے۔ [صحیح بخاری، حدیث ۳۷۵۰/مشکوۃ، باب مناقب اھل بیت النبی، الفصل الثالث]

پھول کی نزاکت اور اس کا حسن و جمال کسی ایک مقام سے مختص نہیں ہوتا، ہر مقام میں اپنا جو ہرِ کمال دکھاتا ہے، لیکن جب اپنے نخل کے کندھوں پر ہو تو کچھ اور ہی لطف ہوتا ہے۔

سبحان اللہ! کیا ہی پر کیف منظر ہو گا، جب حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں تھے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پشت مبارک سے لپٹ گئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے سجدہ کو اس وجہ سے دراز فرما دیا تھا۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حاضر خدمتِ اقدس ہو کر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے مبارک پر سوار ہو گئے، ایک صاحب نے عرض کیا:

صاحبزادے! آپ کی سواری کیسی اچھی ہے؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

نِعْمَ الرَّاکِب ھُوَ--- [المستدرک، حدیث ۴۷۹۴]

"اور سوار کیسا اچھا ہے" ---

حسنِ مجتبیٰ ، سید الاصفیاء
راکبِ دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو ریحانۃ الرّسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سبطِ رسول اور سبطِ اکبر کہا جاتا ہے اور سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بھی سبطِ رسول اور ریحانۃ الرسول سے ملقب ہیں۔

اشعۃ اللمعات میں ہے کہ سبط دراصل اس درخت کو کہتے ہیں، جس کی اصل یعنی جڑ ایک اور شاخیں زیادہ ہوں۔ جس میں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے بے شمار شاخوں (اولاد) والے اصل درخت ہونے کی طرف اشارہ ہے، جن سے صاف ظاہر ہے کہ دونوں شہزادے پھول بھی ہیں اور چمن بھی ہیں۔ پھر دونوں صاحبوں سے خوشبوئے بہشت آتی تھی اور بوئے چیز وہاں سے آیا کرتی ہے، جہاں چیز کا حصہ موجود ہو، تو چاہو تو کہو یہ بہشتی بھی ہیں اور بہشت بھی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ تند ہوا میں گرم ریت، شدت کی پیاس اور یزیدی ظالموں کے جبر ومصائب کا صبر سے برداشت کرنا، واقعی کمال ہے، مگر پھول ہوکر برداشت کرنا کچھ اور ہی معنی رکھتا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر طرح طرح کے مصائب وآلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، ستم وظلم کی انتہا ہوگئی، مگر آپ نے صبر واستقلال سے سنتِ ابراہیمی کا وہ نقشہ کھینچا کہ باوجود مستجاب الدعوات ہونے کے، خدا سے بھی عرض نہ کی کہ خدایا! ان مصائب سے بچالے:

وہ ریگِ گرم اور دھوپ اور پیاس کی شدت
کریں صبر وتحمل ، میرِ کوثر ایسے ہوتے ہیں

آپ محرم الحرام کی دسویں تاریخ، جمعہ کے روز میدانِ کربلا میں تیغِ ظالم سے شہید ہوئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ زہر سے شہید ہوئے۔ تو دونوں صاجزادے شہید، بلکہ سید الشہداء ہیں اور شہید زندہ ہیں، انہیں مردہ کہنا تو کجا، مردہ گمان کرنا بھی منع ہے۔ [قرآن مجید]

پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ حیاتِ شجر کے لیے حیاتِ پھول ضروری نہیں، مگر حیاتِ پھول کے لیے شجر کی زندگی از حد ضروری ہے کہ حیاتِ شجر کے بغیر پھول زندہ ہی نہیں رہ سکتا، بلکہ اس کے ذرّہ بھر نقصان کا اثر بھی پھول وپھل پر پڑتا ہے۔ تو جس کے پھول بھی ایسی تازگی سے زندہ ہوں، تو وہ شجر کیوں نہ زندہ ہوگا:

تو زندہ ہے واللہ ، تو زندہ ہے واللہ!
مرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

وآخر دعوٰنا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن

✧✧✧✧✧

شگفتہ گلشنِ زہراء کا ہر گلِ تر ہے
کسی میں رنگِ علی اور کسی میں بوئے رسول

✧✧✧✧✧

محرم الحرام

مولانا محمد عدنان مدنی

اسلامی سال کا پہلا مہینا محرم ہے، اس ماہِ مبارک کی حرمت کی وجہ سے اسے ''محرم'' کا نام دیا گیا ہے[۱] روایات میں محرم الحرام کے مزید دو نام آئے ہیں:

❶......محرم الحرام کو شَہْرُ اللّٰہ ''اللہ پاک کا مہینا'' بھی کہتے ہیں اور اسے یہ نام دینے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ محرم الحرام کی حرمت اللہ پاک کی طرف سے ہے، مخلوق میں کسی کو اس کی تبدیلی کا اختیار نہیں ہے، جیسے زمانۂ جاہلیت میں لوگ کرتے تھے کہ محرم الحرام کے بجائے صفر المظفر کو حرمت والا مہینا قرار دے دیتے تھے۔[۲]

❷......محرم الحرام میں جنگ بندی کی وجہ سے ہتھیاروں کی آوازیں نہیں سنی جاتیں، اس احترام کی وجہ سے اس ماہ کو شَہْرُ اللّٰہِ الْاَصَم یعنی ''اللہ پاک کا بہرا مہینا'' کہتے ہیں۔[۳]

محرم الحرام کے فضائل

ماہِ محرم الحرام کے کئی فضائل احادیث مبارکہ میں آئے ہیں:

ایک شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، عرض کی، یارسول اللہ! رمضان کے علاوہ میں کس مہینے میں روزے رکھوں؟ ارشاد فرمایا، اگر تم نے رمضان کے بعد کسی مہینے کے روزے رکھنے ہوں تو محرم کے روزے رکھو کہ یہ اللہ پاک کا مہینا ہے، اس مہینے میں ایک دن ہے، جس میں اللہ پاک نے ایک قوم کی توبہ قبول فرمائی اور دوسروں کی توبہ بھی قبول فرمائے گا۔[۴]

یوم عاشوراء

اس مبارک ماہ میں ۱۰؍محرم الحرام کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، اسے یوم عاشوراء کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ۱۰؍محرم الحرام کو عاشوراء کہنے کی ایک وجہ یہ بھی کہ اس دن اللہ پاک نے ۱۰؍انبیائے کرام کو اعزاز و اکرام سے نوازا۔[۵]

یوم عاشوراء کو انبیائے کرام علیہم السلام سے خصوصی نسبت حاصل ہے، اس لیے یہ مبارک دن بہت بابرکت اور اہم ہے۔ آیئے! اس مبارک دن کی نسبتوں کا مختصر تذکرہ ملاحظہ کرتے ہیں:

(۱)...... یوم عاشوراء کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد کی گئی اور فرعون اور اس کے پیروکار اس میں ہلاک ہوئے۔

(۲)...... حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری۔

(۳)...... حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی۔

(۴)...... حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی قبولیتِ توبہ کا دن ہے۔

(۵)...... حضرت یوسف علیہ السلام کنویں سے نکالے گئے۔

(۶)...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور اسی دن آپ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا۔

(۷)...... حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔

(۸)...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اسی دن ولادت ہوئی۔

(۹)...... حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کا ضعف اسی دن دور ہوا۔

(۱۰)...... حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا۔

(۱۱)...... اسی روز اللہ پاک نے حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش دور فرمائی۔

(۱۲)...... یوم عاشوراء کو ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت عطا ہوئی۔[۶]

(۱۳)...... نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاص لوگوں کی مغفرت کا مژدہ ملا۔[۷]

عہد رسالت اور یوم عاشوراء

زمانۂ جاہلیت میں قریش یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس دن کا روزہ رکھتے تھے[۸] اور اسی دن کعبۃ اللہ شریف کا غلاف تبدیل کیا جاتا۔[۹]

خیبر اور مدینہ منورہ میں یہودیوں کی بہت بڑی تعداد آباد تھی، چوں کہ ان کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا اور بنی اسرائیل نے یوم عاشوراء ہی کو فرعون سے نجات پائی تھی، لہٰذا اس دن کو بطورِ عید منایا کرتے اور روزہ رکھا کرتے۔[۱۰]

جب نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے، تو آپ نے دیکھا کہ یہودی بھی عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں، آپ ﷺ نے استفسار فرمایا:

''آج کے دن روزہ کیوں رکھتے ہو؟''---

یہودیوں نے عرض کی: یہ عظمت والا دن ہے، یہ وہ دن ہے جس میں اللہ پاک نے بنی اسرائیل اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (ان کے دشمن سے) نجات دی، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکرانے میں اس دن کا روزہ رکھا تھا اور ہم بھی اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تمہاری نسبت موسیٰ (علیہ السلام) سے میرا تعلق زیادہ ہے''---

چنانچہ آپ ﷺ نے اس دن روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔[۱۱]

عاشوراء کا روزہ فرض تھا

شروع میں عاشوراء کا روزہ مسلمانوں پر فرض تھا، پھر روزۂ رمضان سے اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی تھی[۱۲] جیسا کہ حضرت سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اکرم ﷺ ہمیں عاشوراء کے روزے کا حکم ارشاد فرماتے، اس کی ترغیب دلاتے اور اس دن ہمیں ملاحظہ فرماتے تھے (کہ ہم نے روزہ رکھا یا نہیں)، پھر جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو اس کے بعد پیارے آقا ﷺ نے ہمیں عاشوراء کے روزے کا نہ حکم ارشاد فرمایا، نہ ہمیں اس سے منع کیا اور نہ ہمیں اس دن ملاحظہ فرمایا۔[۱۳]

اسی طرح حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں عاشوراء کے روز بارگاہِ رسالت میں حاضر تھا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''زمانۂ جاہلیت کے لوگ آج کے دن کا روزہ رکھا کرتے تھے، پس تم میں سے جو اس دن روزہ رکھنا پسند کرے وہ روزہ رکھ لے اور جو نہ پسند کرے، وہ نہ رکھے''---[۱۴]

یوم عاشوراء کی فرضیت اگرچہ منسوخ ہوگئی تھی مگر بارگاہِ رسالت سے اس مبارک دن کا روزہ رکھنے کی ترغیب دلائی جاتی رہی، اس سلسلے میں دو فرامین ملاحظہ کیجیے:

❶......حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مجھے اللہ پاک پر گمان ہے کہ عاشوراء کا روزہ ایک سال پہلے کے گناہ مٹادیتا ہے''---[۱۵]

❷......نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

”عرفہ (نویں ذوالحجہ) کا روزہ دو سال کے روزوں کے برابر اور عاشوراء کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے“---[١٦]

یوم عاشوراء کا احترام جانور بھی کرتے ھیں

عاشوراء ایسا مبارک دن ہے کہ انسان تو انسان چرند و پرند حتی کہ وحشی جانور بھی اس کا احترام کرتے ہیں اور اس دن کی تعظیم کرتے ہوئے روزہ بھی رکھتے ہیں۔

آیئے! بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کے چند مشاہدات وملفوظات ملاحظہ کیجیے:

❶ ......حضرت سیدنا قیس بن عباد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ وحشی جانور عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے“---[١٧]

❷ ......حضرت سیدنا فتح بن شخرف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”میں روزانہ چیونٹیوں کے لیے روٹی توڑ کے ڈالتا تھا، جب عاشوراء کا دن آتا تو چیونٹیاں اسے نہ کھاتیں“---[١٨]

❸ ......حضرت ابوالحسن علی بن عمر قزوینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”یوم عاشوراء کو چیونٹیاں بھی روزہ رکھتی ہیں“---[١٩]

❹ ......عباسی خلیفہ القادر باللہ کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا تو اسے بہت حیرت ہوئی، اس نے حضرت سیدنا ابوالحسن قزوینی رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فرمایا:

”عاشوراء کے دن چیونٹیاں روزہ رکھتی ہیں“---[٢٠]

❺ ......حضرت علامہ ابن ناصرالدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ٨٤٢ھ) لکھتے ہیں:

١٠ رمحرم الحرام کو ایک شخص گاؤں آیا، لوگ اس وقت جانور ذبح کر رہے تھے، اس نے وجہ پوچھی تو گاؤں والوں نے بتایا: آج وحشی جانور روزے سے ہیں، ہمارے ساتھ چلو ہم تمہیں دکھاتے ہیں۔

انہوں نے اس آدمی کو ایک باغ میں لے جا کر کھڑا کر دیا۔ اس کا بیان ہے:

عصر کے بعد ہر طرف سے وحشی جانور آنے لگے اور باغ کو گھیر لیا، ان کے سر آسمان کی طرف اٹھے ہوئے تھے، کسی ایک نے بھی (اس گوشت میں سے) کچھ نہیں کھایا، جوں ہی سورج غروب ہوا، وہ وحشی جانور گوشت پر ٹوٹ پڑے اور جلدی سے سب کچھ کھا گئے۔[٢١]

محرم الحرام کی پہلی رات یہ کام کیجیے

❶......جب محرم کا چاند نظر آئے، تو یہ دعا پڑھے:

مَرْحَبًا بِالسَّنَةِ الْجَدِيْدِ وَ الشَّهْرِ الْجَدِيْدِ وَ الْيَوْمِ الْجَدِيْدِ وَ السَّاعَةِ الْجَدِيْدِ مَرْحَبًا بِالْكَاتِبَيْنِ الشَّاهِدَيْنِ اُكْتُبَا فِيْ صَحِيْفَتِيْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وَاَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَّ النَّارُ حَقٌّ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ---[۲۲]

''نئے سال، نئے مہینے، نئے دن اور نئی ساعت کو مرحبا، میرا نامۂ اعمال لکھنے کے لیے حاضر رہنے والے دو فرشتوں کو مرحبا، اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، یقیناً جنت حق ہے، دوزخ حق ہے، یقیناً قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور یقیناً اللہ پاک قبروں میں موجود لوگوں کو اٹھائے گا''---

اس دعا کے مبارک الفاظ سال کی ابتداء ہی میں ہمیں اپنا اعمال نامہ یاد دلا رہے ہیں، واقعی! رحمتِ الٰہی کے ساتھ ساتھ یہ اعمال ہی تو ہیں جو قیامت کی رسوائی سے ہماری جان چھڑوا سکتے ہیں، جہنم سے ہمیں بچا سکتے ہیں اور جنت میں داخل کروا سکتے ہیں، لہٰذا اس مفہوم کو ذہن میں رکھ کر یہ دعا پڑھیے، اللہ پاک کی رحمت شامل حال رہی تو آپ کو جنت میں لے جانے والے اعمال کرنے کی سعادت ملے گی اور جہنم میں لے جانے والے اعمال سے بچنے کی توفیق نصیب ہوگی۔

ہوسکے تو ہر ماہ ہی رات چاند دیکھ کر یہ دعا پڑھ لیجیے:

حضرت سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ چاند دیکھتے تو یوں دعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ أَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَ الْإِيْمَانِ، وَ السَّلَامَةِ وَ الْإِسْلَامِ، رَبِّيْ وَ رَبُّكَ اللّٰهُ---[۲۳]

''اے اللہ پاک! اس چاند کو ہم پر برکت، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع فرما، میرا اور تیرا رب اللہ ہے''---

❷......محرم الحرام کی پہلی رات دو دو کر کے چھ رکعت یوں ادا کیجیے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پندرہ بار سورۂ اخلاص (قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد) اور ایک قول کے مطابق سات بار پڑھے اور ہر دو رکعت کے بعد یہ پڑھے:

سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَّبُّنَا وَ رَبُّ الْمَلٰئِکَۃِ وَ الرُّوْحِ---[۲۴]

''پاک ہے، بے عیب ہے ہمارا رب اور فرشتوں اور روح کا رب''---

❸......محرم الحرام کی پہلی رات دو رکعت یوں ادا کیجیے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ بار سورۂ اخلاص (قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد) پڑھیے اور سلام کے بعد یہ پڑھے:

سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَّبُّنَا وَ رَبُّ الْمَلٰئِکَۃِ وَ الرُّوْحِ---

اس نماز کا بھی بہت ثواب ہے۔[۲۵]

نئے سال و مہینے کی دعا

حضرت سیدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نئے سال یا مہینے کی آمد پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایک دوسرے کو یہ دعا سکھاتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْہُ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ، وَ الْاِیْمَانِ، وَ السَّلَامَۃِ، وَ الْاِسْلَامِ، وَ رِضْوَانٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ، وَ جَوَارٍ مِّنَ الشَّیْطَانِ---[۲۶]

''اے اللہ پاک! اس کو ہمارے لیے امن و ایمان، سلامتی و اسلام اور اپنی رضا مندی والا اور شیطان سے بچانے والا بنا''---

شیطان سے حفاظت کا ایک عمل

محرم الحرام کے پہلے دن سورج نکلنے کے (20 منٹ) بعد دو رکعت ادا کیجیے، پھر سلام کے بعد سات مرتبہ کلمہ طیبہ اور تین مرتبہ یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ اللّٰہُ الْاَبَدُ الْقَدِیْمُ وَھٰذِہٖ سَنَۃٌ جَدِیْدَۃٌ اَسْئَلُکَ فِیْھَا الْعِصْمَۃَ مِنَ الشَّیْطَانِ وَ الْعَوْنَ عَلَی النَّفْسِ الْاَمَّارَۃِ بِالسُّوْءِ وَ اَسْئَلُکَ الْاِشْتِغَالَ بِمَا تُقَرِّبُنِیْ اِلَیْکَ یَا کَرِیْمُ یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ---

''اے اللہ! تو ہمیشہ ہمیشہ سے ہے، یہ نیا سال ہے، میں تجھ سے اس سال میں شیطان سے حفاظت کا سوال کرتا ہوں اور نفسِ امارہ کی برائی پر مدد چاہتا ہوں، اے کرم فرمانے والے، اے جلال و اکرام والے! میں تیری بارگاہ میں تیرے قریب کر دینے والے کاموں میں مشغول رہنے کا سوال کرتا ہوں''---

اس عمل کرنے والے پر اللہ پاک ایک فرشتہ مقرر فرما دے گا، جو نیک کام کرنے میں اس کی مدد کرے گا اور شیطان پورے سال کے لیے اس سے ناامید ہو جائے گا۔[۲۷]

یکم محرم الحرام کے دو وظیفے

❶ ...... یکم محرم الحرام کو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ 130 بار لکھ (یا لکھوا) کر اپنے پاس رکھ لیجیے (یا پلاسٹک کوٹنگ کروا کر کپڑے، ریگزین یا چمڑے میں سلوا کر پہن لیجیے، دھات کی ڈبیہ میں کسی قسم کا تعویذ نہ پہنیں)، ان شاء اللہ ایسا کرنے سے عمر بھر گھر سمیت برائی سے حفاظت رہے گی۔[۲۸]

❷ ...... حضرت شاہ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ [۲۹] فرماتے ہیں، جو کوئی بارہ مرتبہ یہ دعا:

سُبْحٰنَ اللّٰهِ مِلْءَ الْمِيْزَانِ وَ مُنْتَهَى الْعِلْمِ وَ مَبْلَغَ الرِّضَا وَ زِنَةَ الْعَرْشِ لَا مَلْجَاَ وَ لَا مَنْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ، سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَدَدَ الشَّفْعِ وَ الْوَتْرِ وَ عَدَدَ كَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا اَسْاَلُهُ السَّلَامَةَ بِرَحْمَتِهٖ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَ هُوَ حَسْبِيْ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ---

”میزان کے بھرنے، علم کے منتہی، مبلغ رضا اور عرش کے وزن کے برابر اللہ کی پاکی ہے۔ پناہ گاہ اور مقام نجات اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ ہر جفت و طاق اور اللہ پاک کے تمام کامل کلمات کے برابر اس کی پاکی ہے۔ میں اللہ پاک سے سلامتی اور رحمت کا سوال کرتا ہوں اور گناہ سے بچنے کی قوت اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ ہی کی طرف سے ہے اور اللہ کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے اور کیا ہی اچھا والی اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔ اللہ پاک کی رحمت ہو اپنی مخلوق میں سب سے بہتر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر، ان کی آل پر اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر“---

درج بالا پڑھ کر پانی پر دم کر کے پی لے، تمام تکلیفوں اور آفتوں سے اللہ پاک کی حفاظت میں رہے گا۔[۳۰]

یوم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

یکم محرم الحرام امیر المؤمنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دن ہے، اس دن آپ رضی اللہ عنہ کے لیے ایصالِ ثواب کا اہتمام کیجیے۔

شب عاشوراء کے دو عمل

عاشوراء کی رات آئے تو یہ دو عمل کیجیے:

❶......شبِ عاشوراء غسل کیجیے، کیوں کہ اس رات آبِ زم زم تمام پانیوں میں شامل کر دیا جاتا ہے اور اس رات غسل کرنے سے پورے سال بیماریوں سے حفاظت رہتی ہے۔[۳۱]

❷......عاشوراء کی رات میں چار نفل اس طرح ادا کیجیے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار اور سورۂ اخلاص (قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ) تین تین بار پڑھیے، پھر نماز سے فارغ ہو کر سو مرتبہ سورۂ اخلاص (قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ) پڑھیے۔اس کی برکت سے گناہوں سے پاک ہو گا اور بہشت (جنت) میں بے انتہا نعمتیں ملیں گی۔[۳۲]

یوم عاشوراء کے 22/اعمال

حضرت علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''دس محرم بہت عظمت والا دن ہے، لہٰذا مناسب ہے کہ جس قدر ممکن ہو، اچھے کام کیے جائیں، بھلائیوں کے ان موسموں کو غنیمت جانو اور غفلت سے بچو''---[۳۳]

اس عظمت والے دن کی نسبت کو پیشِ نظر رکھیے اور یہ نیک کام کیجیے:

①...... یوم عاشوراء کا روزہ رکھیے اور اس کے ساتھ نویں یا گیارہویں محرم الحرام کا روزہ بھی ملا لیجیے تاکہ یہودیوں کی مخالفت ہو سکے۔[۳۴]

②......حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

''عاشوراء کے دن جو ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے تو اس کی طرف رحمٰن (اللہ پاک) نظر فرمائے گا اور جس کی طرف رحمٰن نظر فرمائے، اسے کبھی عذاب نہیں دے گا''---[۳۵]

اس فرمان کو پیشِ نظر رکھیے اور رحمتِ خداوندی کے امیدوار بن کر ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ لیجیے۔

③...... یوم عاشوراء ہی کو حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، لہٰذا اس دن توبہ و استغفار کیجیے اور بارگاہِ الٰہی سے توبہ پر قائم رہنے کی بھیک طلب کیجیے۔[۳۶]

④......والدین کا اکرام کیجیے۔ ⑤......غصے پر قابو رکھیے۔

⑥......راستے سے تکلیف دہ چیز دور کیجیے۔

⑦......نوافل کی کثرت کیجیے۔ ⑧......سرمہ لگائیے۔[۳۷]

⑨...... یوم عاشوراء کو بالخصوص اِثمد سرمہ لگائیے، اس کی برکت سے آنکھیں نہیں دکھیں گی، جیسا کہ فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

''جو شخص یوم عاشوراء اثمد سرمہ آنکھوں میں لگائے تو اس کی آنکھیں کبھی بھی

نہ دھیں گی“---[۳۸]

⑩......فضولیات سے بچیے۔

⑪......رشتہ داروں سے ملاقات کیجیے۔

⑫......زیارت قبور کیجیے۔

⑬......خوشبو لگائیے۔

⑭......روزہ داروں کو افطار کروائیے۔

⑮......قرآن پاک کی تلاوت کیجیے۔

⑯......ستر بار سبحان اللّٰہ کا ورد کیجیے۔

⑰......یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیریئے۔

⑱......ناراض مسلمانوں میں صلح کروائیے۔

⑲......علمائے دین کی زیارت کیجیے۔

⑳......(ہو سکے تو) خوفِ خدا سے آنسو بہائیے۔[۳۹]

㉑......ایک بار دس محرم الحرام کو رسولِ پاک ﷺ نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے بعد مسجد نبوی میں ایک ستون کے قریب تشریف فرما ہو گئے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے برابر میں بیٹھے تھے۔ مؤذنِ رسول حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے اذان دینا شروع کی اور جب انہوں نے ”اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ“ کہا، تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو اپنی دونوں آنکھوں پر رکھا اور کہا: قُرَّۃُ عَیْنِی بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! جب حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ اذان دے چکے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اے ابوبکر! جو شخص ایسا کرے جیسا تم نے کیا، اللہ پاک اس کے اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دے گا“---[۴۰]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس ادا کو ادا کرتے ہوئے نہ صرف یوم عاشورہ کو بلکہ جب بھی نام محمد ﷺ سنیں تو انگوٹھے چومنے کی عادت بنائیے۔

㉒......جو کوئی عاشوراء کے دن یہ دعا پڑھے، تو درازی عمر پائے گا:

سُبْحٰنَ اللّٰہِ مِلْءَ الْمِیْزَانِ وَ مُنْتَھَی الْعِلْمِ وَ مَبْلَغَ الرِّضَا وَ زِنَۃَ الْعَرْشِ لَا مَلْجَاَ وَ لَا مَنْجَاَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّا اِلَیْہِ، سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَدَدَ الشَّفْعِ وَ الْوَتْرِ وَ عَدَدَ کَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ کُلِّھَا اَسْأَلُہُ السَّلَامَۃَ بِرَحْمَتِہٖ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ اَجْمَعِیْنَ---

”میزان کے بھرنے، علم کے منتہیٰ، مبلغِ رضا اور عرش کے وزن کے برابر

اللہ کی پاکی ہے۔ پناہ گاہ اور مقام نجات اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ ہر جفت و طاق اور اللہ پاک کے تمام کامل کلمات کے برابر اس کی پاکی ہے۔ میں اللہ پاک سے سلامتی اور رحمت کا سوال کرتا ہوں اور گناہ سے بچنے کی قوت اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اللہ پاک کی رحمت ہو اپنی مخلوق میں سب سے بہتر محمد ﷺ پر اور ان کی تمام آل پر''---[۴۱]

رزق میں فراخی کا مجرب نسخہ

فرمانِ مصطفیٰ ﷺ ہے:

''جو دسویں محرم اپنے بچوں کے خرچ میں فراخی کرے گا تو اللہ پاک سارا سال اس کو فراخی دے گا''---

حضرت سیدنا سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ہم نے اس حدیث کا تجربہ کیا تو ایسے ہی پایا''---[۴۲]

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:

''محرم کی دسویں تاریخ کو اپنے بال بچوں، نوکر خادموں، فقراء مساکین کے لیے مختلف قسم کے کھانے تیار کرے تو ان شاء اللہ تعالیٰ سال بھر تک ان کھانوں میں برکت ہوگی۔ مسلمان عاشورہ کے دن حلیم (کھچڑا) پکاتے ہیں، اس کا ماخذ یہ حدیث ہے، کیونکہ حلیم (کھچڑے) میں ہر کھانا ہوتا ہے، گندم، گوشت اور دالیں چاول وغیرہ، تو ان شاء اللہ حلیم پکانے والے کے گھر ان تمام کھانوں میں برکت ہوگی''---

پھر حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''سفیان فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ہمارے اور ہمارے ساتھیوں کے تجربہ میں آئی ہے، واقعی اس عمل سے برکت ہوتی ہے، لہٰذا یہ حدیث قوی ہے۔ خیال رہے کہ تجربہ سے بھی حدیث کو تقویت پہنچتی ہے، اس لیے محدثین حدیث کی توثیق کے لیے بھی اپنے تجربہ کا ذکر کر دیتے ہیں، یہاں بھی ایسا ہی ہے''---

مزید فرماتے ہیں:

''خیال رہے کہ عاشورہ کے دن خود روزہ رکھو اور بچوں کو، فقراء کو خوب کھلاؤ پلاؤ، لہٰذا یہ حدیث عاشورہ کے روزہ کے خلاف نہیں''---[۴۳]

یوم عاشوراء اور واقعۂ کربلا

ماہِ محرم الحرام ہر سال ہمیں شہدائے کربلا اور بالخصوص نواسۂ رسول، سید الشہداء، امام عالی مقام حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی یاد دلاتا ہے، کیونکہ دس محرم الحرام اکسٹھ (۶۱) ہجری کو تاریخِ اسلام میں حق و باطل کے درمیان ایک عظیم معرکہ پیش آیا، جسے واقعہ کربلا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس معرکے میں شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم کے استقامت بھرے انداز نے تمام اہلِ حق کو باطل کے سامنے ڈٹ جانے اور ضرورت پڑنے پر دینِ اسلام کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کرنے کا عظیم الشان سبق دیا۔ اگر سلطانِ کربلا، امام عالی مقام، حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم چاہتے تو یزیدیوں کو تباہ و برباد کر سکتے تھے، مگر استطاعت اور قدرت کے باوجود خون کے پیاسوں پر بھی کرم نوازی فرمائی اور جنگ میں پہل نہ کی، بلکہ آپ آخری وقت تک ان کو سمجھاتے رہے اور اللہ پاک کے عذاب سے ڈراتے رہے۔

بدبخت یزیدیوں نے نصیحت پر مشتمل آپ کے اس کریمانہ انداز کا جواب سخت اذیتیں اور تکلیفیں پہنچا کر دیا، مگر آپ کو مصیبتوں کا ہجوم حق سے نہ ہٹا سکا اور آپ کے عزم و استقلال میں کوئی کمی نہ آئی۔ حق و صداقت کا حامی مصیبتوں کی بھیانک گھٹاؤں سے نہ ڈرا، دین کا شیدائی دنیا کی آفتوں کو خیال میں نہ لایا۔ اگر آپ یزید کی بیعت کرتے تو وہ تمام لشکر آپ کے قدموں میں ہوتا، آپ کا احترام کیا جاتا، خزانوں کے منہ کھول دیے جاتے اور دولتِ دنیا قدموں پر لٹا دی جاتی، مگر جس کا دل حبِ دنیا سے خالی ہو اور دنیا کی ناپائیداری کا راز جس پر واضح ہو، وہ دنیا کے نمائشی رنگ و روپ پر کیا نظر ڈالے۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے راحتِ دنیا کے منہ پر ٹھوکر ماردی اور راہِ حق میں پہنچنے والی مصیبتوں کا خوش دلی سے استقبال کیا اور اس قدر آفتوں اور بلاؤں کے باوجود یزید جیسے فاسقِ مُعْلِن (اعلانیہ گناہ کرنے والے) شخص کی بیعت کا خیال بھی اپنے قلب مبارک میں نہ آنے دیا۔ اپنا گھر لٹانا اور اپنا خون بہانا منظور کیا، مگر مسلمانوں کی تباہی و بربادی گوارا نہ فرمائی اور اسلام کی عزت پر حرف نہیں آنے دیا۔ خدا کی قسم! میدانِ کربلا میں کربلا والوں کا اسلام کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنا، رہتی دنیا کے مسلمانوں کے لیے بہت بڑی کرم نوازی ہے۔

کربلا والوں نے اللہ پاک کی رضا اور دین اسلام کی سربلندی کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا، لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان پاکیزہ گھرانے والوں کی

سیرت وکردار پر عمل کرکے دنیاو آخرت کو روشن بنائیں اور اللہ پاک کی رضا وخوشنودی حاصل کریں۔

جانِ عالم ہو فدا اے خاندانِ اہلِ بیت — گھر لٹانا، جان دینا، کوئی تجھ سے سیکھ جائے

اور اونچی کی خدا نے قدر وشانِ اہلِ بیت — سرشہیدانِ محبت کے ہیں نیزوں پر بلند

کربلا میں خوب ہی چمکی دکانِ اہلِ بیت — دولتِ دیدار پائی، پاک جانیں بیچ کر

نیاز امام حسین رضی اللہ عنہ کا اہتمام کیجیے

امام عالی مقام، امام تشنہ کام، حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے تین دن کی بھوک، پیاس کے باوجود بھائی، بھتیجوں، بھائیوں اور بیٹوں کے خون سے گلشنِ اسلام کی آبیاری کی اور بالآخر یوم عاشوراء اپنی جان کا نذرانہ پیش فرما کر ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔ ہمیں اس مبارک دن میں قرآن خوانی، ذکرو درود اور نذرو نیاز کی صورت میں ان عظیم ہستیوں کو خراجِ عقیدت پیش کرنا چاہیے۔

حوالہ جات

۱......تفسیر ابن کثیر، التوبة، تحت الآیة ۳۶، جلد۴، صفحہ ۱۲۸

۲...... لطائف المعارف، وظائف شهر الله المحرم، المجلس الاوّل .... الخ، الفصل الاوّل .... الخ، صفحہ ۳۷

۳......لطائف المعارف، صفحہ ۳۵/غریب الحدیث لقاسم بن سلام، جلد۳، صفحہ ۵

۴......مسند امام احمد، مسند علی بن ابی طالب، جلد۱، صفحہ ۳۲۷، حدیث ۱۳۳۴

۵...... فیض القدیر، حرف العین، جلد۴، ۳۹۴، تحت الحدیث ۵۳۶۵

۶......عمدۃ القاری، کتاب الصوم، تحت الباب صیام یوم عاشوراء، جلد۸، صفحہ ۲۳۳

۷...... نزھة القاری، جلد۳، صفحہ ۴۰۹

۸......بخاری، کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء، جلد۱، صفحہ ۶۵۶، حدیث ۲۰۰۲

۹......بخاری، کتاب الحج، باب قول الله تعالٰی، جلد۱، صفحہ ۵۳۶، حدیث ۱۵۹۲

۱۰......لطائف المعارف، وظائف شهر الله المحرم، المجلس الثانی فی فضل یوم عاشوراء، صفحہ ۵۷-۵۸ ملخصاً

۱۱......مسلم، کتاب الصیام، باب صوم عاشوراء، صفحہ ۴۴۱، حدیث ۲۶۵۸، ملتقطاً

۱۲...... مرأة المناجیح، جلد۳، صفحہ ۱۸۰

۱۳......مسلم، کتاب الصیام، باب صوم عاشوراء، صفحہ ۴۴۰، حدیث ۲۶۵۲

۱۴...... مسند الشامیین، سعید عن نافع مولی ابن عمر، جلد۱، صفحہ۱۶۰، حدیث۲۶۴

۱۵...... مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام .... الخ، صفحہ۴۵۴، حدیث۲۷۴۶ ملتقطاً

۱۶...... مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابی قتادۃ الانصاری، جلد۸، صفحہ۳۸۱، حدیث۲۲۶۷۹

۱۷...... لطائف المعارف، وظائف شھر اللّٰہ المحرم، المجلس الثانی فی فضل یوم عاشوراء، صفحہ۵۷

۱۸...... لطائف المعارف، صفحہ۵۷/ مجموع فیہ رسائل للحافظ ناصر الدین، اللفظ المکرم بفضل عاشوراء المحرم، صفحہ۴۷

۱۹...... مجموع فیہ رسائل للحافظ ناصرالدین، اللفظ المکرم بفضل عاشوراء المحرم، صفحہ۴۷

۲۰...... لطائف المعارف، وظائف شھر اللّٰہ المحرم، المجلس الثانی فی فضل یوم عاشوراء، صفحہ۵۷

۲۱...... مجموع فیہ رسائل للحافظ ناصر الدین، اللفظ المکرم بفضل عاشوراء المحرم، صفحہ۴۷

۲۲...... لطائف اشرفی، جلد۲، صفحہ۲۲۶

۲۳...... ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما یقول عند رؤیۃ الھلال، جلد۵، صفحہ۲۸۱، حدیث۳۴۶۲

۲۴...... مرقع کلیمی، صفحہ۱۸۶

۲۵...... رکن دین، صفحہ۱۶۰

۲۶...... معجم اوسط، من اسمہ محمد، جلد۴، صفحہ۳۶۰، حدیث۶۲۴۱

۲۷...... جواہر خمسہ، صفحہ۱۸

۲۸...... شمس المعارف الکبریٰ، الباب الخامس فی اسرار البسملۃ .... الخ، صفحہ۳۸/ فیضانِ سنت، جلد۱، صفحہ۱۳۶، ملخصًا

۲۹...... محبوبِ حق حضرت شیخ کلیم اللہ صدیقی شاہ جہاں آبادی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۲۴ / جمادی الاخریٰ ۱۰۶۰ھ، بمطابق ۲۴ / جون ۱۶۲۰ء کو شاہ جہاں آباد (دہلی) ہند میں ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی بھر اعلائے کلمۃ الحق اور اشاعتِ اسلام کے لیے جدوجہد کی، بدنظمی کے شکار

اسلامی معاشرے میں سلسلہ چشتیہ کا احیاء کیا، آپ درس و تدریس میں مصروف عمل رہے، مخلوق جوق در جوق حاضر ہونے لگی، ہزاروں افراد عالم بن کر نکلے، بے شمار مخلوق فیض یاب اور بہرہ اندوز ہوئی، خانقاہ تعمیر کی، لنگر خانہ جاری کیا گیا، شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں سے فیض پایا، وقت کے شاہ اور امراء غلامانہ حاضری دیتے تھے، آپ کے سیکڑوں مکتوبات و تصانیف میں سے مکتوبِ کلیمی، الہاماتِ کلیمی آپ کی یادگار ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۴ ربیع الاوّل ۱۱۴۲ھ کو وصال فرمایا، آپ کا مزار مبارک دہلی میں واقع ہے۔

[اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ، جلد۱۷، صفحہ ۳۷۹/ شانِ اولیا، صفحہ ۴۶۹]

۳۰......مرقع کلیمی، صفحہ ۱۸۷

۳۱...... النور فی فضائل الایام و الشھور، المجلس الحادی عشر فی فضل عاشوراء، صفحہ ۱۲۳

۳۲......جنتی زیور، صفحہ ۱۵۷ ماخوذاً

۳۳...... التبصرۃ لابن جوزی، المجلس الاوّل فی ذکر عاشوراء و المحرم، جلد۲، صفحہ ۸

۳۴......مسند امام احمد، مسند عبد اللّٰہ بن العباس .... الخ، جلد۱، صفحہ ۵۱۸، حدیث ۲۱۵۴ ماخوذاً

۳۵...... النور فی فضائل الایام و الشھور، المجلس الحادی عشر فی فضل عاشوراء، صفحہ ۱۲۴

۳۶...... لوامع الانوار، باب الثالث فی انکار صلوات منصوصات .... الخ، عشر المحرم، صفحہ ۲۵۹

۳۷...... النور فی فضائل الایام و الشھور، المجلس الحادی عشر فی فضل عاشوراء، صفحہ ۱۲۳

۳۸...... شعب الایمان، باب فی الصیام صوم التاسع مع العاشر، جلد۳، صفحہ ۳۶۷، حدیث ۳۷۹۷

۳۹......مرقع کلیمی، صفحہ ۹۰ ملتقطا

۴۰......تفسیر روح البیان، الاحزاب، جلد۷، صفحہ ۲۲۹ ماخوذاً

۴۱......لطائف اشرفی، جلد۲، صفحہ ۲۲۷

۴۲...... مشکوۃ المصابیح، کتاب الزکوۃ، باب فضل الصدقۃ، الفصل الثالث، جلد۱، صفحہ ۳۶۵، حدیث ۱۹۲۶

۴۳...... مراۃ المناجیح، جلد۳، صفحہ ۱۱۵

تبصرۂ کتب

رَجْمُ الشَّیَاطِیْن بِرَدِّ اُغْلُوْطَاتِ الْبَرَاھِیْن

ردّ قادیانیت پر اوّلین عربی کتاب کی بیروت سے جدید اشاعت

پیرزادہ عابد حسین شاہ، چکوال

مرزا غلام احمد قادیانی کے باطل افکار و دعاوی کا آغاز 1880ء میں ہوا، جب اس نے قیام لاہور کے دوران اردو کتاب ''براہینِ احمدیہ'' کے ابتدائی اجزاء تصنیف کر کے شائع کیے۔ ان دنوں مولانا ابو عبد الرحمٰن غلام دستگیر قصوری نقشبندی (وفات 1315ھ/ 1897ء) لاہور میں ہی علماءِ اسلام کے سرتاج اور استعماری عہد کے ہندوستان میں مسلمانوں میں فکری و اعتقادی انتشار پھیلانے کی کوشش کو ناکام بنانے میں سرگرم تھے۔ چنانچہ آپ اس جانب متوجہ ہوئے اور براہینِ احمدیہ کے جائزہ پر عربی میں ''رجم الشیاطین برد اُغلوطات البراھین'' تالیف و مرتب کر کے 1303ھ/ 1886ء میں حجاج کے ہاتھ علماءِ حرمین شریفین کو روانہ کی۔ جس پر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں خلافتِ عثمانیہ استنبول کی طرف سے تعینات مذاہبِ اربعہ کے مفتیانِ کرام نے تقریظات و تصدیقات لکھیں اور کتاب واپس لاہور لائی گئی، جسے آپ نے 1311ھ/ 1894ء میں شائع کر دیا۔ رجم الشیاطین تین پہلو سے منفرد اور اہم کتاب ہے: پہلا یہ کہ مرزا غلام قادیانی کے افکار کے تعاقب میں اوّلین کتاب ہے۔ دوسرا، اس کے توسط سے بیرونی دنیا خطۂ ہند پر ظاہر ہونے والے اس اعتقادی فتنہ پر آگاہ ہوئی اور اس پر حرمین شریفین کے اکابر علماءِ کرام نے تقاریظ لکھ کر بیرونِ ہند سے اس کی سرکوبی کا آغاز کیا۔ تا آں کہ اسّی برس بعد 1394ھ/ 1974ء میں مکہ مکرمہ میں منعقدہ رابطہ عالم اسلامی کے اجلاس میں اس عمل کی تکمیل اور قادیانی گروہ کو خارج از اسلام قرار دیا گیا۔ تیسری اہمیت یہ کہ مولانا غلام دستگیر قصوری اسی شہر لاہور میں موجود تھے، جہاں مرزا قادیانی اپنے بد اعمال و افعال انجام دے رہا تھا، گویا آپ اس کے احوال و عزائم پر بخوبی آگاہ تھے۔

ماضی قریب میں رجم الشیاطین کے دو ایڈیشن پاکستان میں سامنے آئے، لیکن ضرورت تھی کہ اسے عرب ممالک اور اسلامی دنیا تک پہنچانے کا اہتمام کیا جائے۔ چنانچہ ایک فاضل جناب ڈاکٹر محمد عمر فاروق نے اس کی اہمیت و خصوصیات کے پیشِ نظر اس پر جدید انداز میں تحقیق و تخریج انجام دی، نیز مقدمہ لکھا اور اب یہ ایک موقر عالمی اشاعتی ادارہ دار الامام یوسف النبھانی کے زیر اہتمام بیروت سے دو سو آٹھ صفحات پر چھپ گئی ہے اور

ان شاءاللہ جلد مکتبۃ المدینۃ العربیۃ کراچی، لاہوراوردہلی سے دست یاب ہوگی۔ضرورت ہے کہ پاک وہند کے جومسلمان عرب ممالک، نیزیورپ وامریکہ میں مقیم ہیں،اس کتاب کووہاں کے علمی حلقوں نیز تشکیک کے شکارطلبہ تک پہنچانے میں ہاتھ بٹائیں اورعالمی زبانوں میں اس کے ترجمہ کااہتمام کریں۔

رسائلِ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ

عالم اسلام کے عظیم محدث حضرت ملاعلی قاری رحمہ الباری (م:۱۰۱۴ھ) اوران کی تصانیف کو اللہ تعالیٰ نے بڑی شہرت اورمقبولیت عطافرمائی ہے، وہ بیک وقت مفسر، محدث،فقیہ، علامہ،امام،قاری، صوفی، بلند پایہ مصنف اورجلیل القدرسنی حنفی عالم دین تھے۔ان کی تصانیف میں مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، شرح شفاء،شرح شمائل،شرح قصیدہ بردہ،شرح مسندامام اعظم،شرح اربعینِ نبوی، المورد الروی وغیرہ بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ بڑی کتابوں کے علاوہ انہوں نے متعددرسائل بھی تصنیف کیے، جودس جلدوں میں دستیاب ہیں۔اہلِ سنت کے نامورعالم ابوذہیب محمدظفرعلی سیالوی حفظہ اللہ کی ہمت ہے کہ انہوں نے ان رسائل کے ترجمہ،تخریج اورترتیب وتدوین کابیڑااٹھایاہے۔تین جلدیں شائع ہوچکی ہیں،اب جلدچہارم منظرعام پرآئی ہے،جس میں چھ رسائل شامل ہیں:

1. معرفة النساك فی معرفة فضیلة الاستیاك (مسواک،عبادت گزاروں کی پہچان)
2. المصنوع فی المعرفة الحدیث الموضوع (موضوعاتِ صغیر)
3. الدرة المضیة فی زیارة المصطفویة الرضیة (زیارتِ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،سرکارکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ انورپرحاضری کے دلائل وفضائل اورمسائل وآداب پرمشتمل کتاب ہے۔)
4. العلامات البینات فی فضائل بعض الآیات (فضائلِ آیاتِ قرآن)
5. تحفة الخطیب و موعظة الحبیب (تحفۃ الخطباء)
6. رسالة فی ابناء النبی (اولادِرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ان رسائل کی ایک اسلوب سے ترتیب، تبویب اورتخریج وتسہیل وغیرہ کا نہایت مفید کام علامہ سیالوی حفظہ اللہ نے سرانجام دیاہے۔آغاز میں دیوبندیوں کے نامورعالم سرفرازگکھڑوی کے رسالہ ’’ملاعلی اورمسئلۂ علم غیب اورحاضرناظر‘‘ کے مدلل دنداں شکن جواب پرمبنی رسالہ مقامع الحدید علی رأس العنید بھی شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ مترجم ومصنف علامہ سیالوی صاحب کی مساعی جمیلہ کوشرف قبولیت سے نوازے۔آمین

صفحات:۶۳۲، قیمت:۶۰۰ روپے، پتا:اکبربک سیلرز،۴۰-زبیدہ سنٹر،اردوبازار،لاہور

[ادارہ نورالحبیب]

❁❁❁❁❁

فرقہ بندی کا خاتمہ-سفارشات وتجاویز

پنجاب یونی ورسٹی میں اسلامیات کے استاذ ڈاکٹر سعید احمد سعیدی حفظہ اللہ قدیم وجدید علوم سے آراستہ صاحبِ فکرونظر عالم دین ہیں---امام شعرانی اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہما پر ان کی دو تصانیف اربابِ دانش سے دادِ تحسین پا چکی ہیں--- چند ماہ پہلے انہوں نے خاندانِ نبوت کے تذکار پر مبنی حسنِ صوری ومعنوی سے آراستہ کتاب ہمیں بھجوائی ہے، کتاب کے چند مفید اقتباسات ہدیۂ قارئین ہیں---

[ادارہ]

دورِ حاضر کا المیہ یہ ہے کہ ہم عملاً جزوی اسلام کے قائل ہو چکے ہیں، مقدس شخصیات کو ہم نے باہمی طور پر تقسیم کر رکھا ہے۔ایک طبقہ کی تحریر وتقریر کا موضوع فقط توحید ہے، جب کہ دوسرا طبقہ توحید سے قطع نظر صرف رسالت کی بات کرتا ہے، تیسرا گروہ عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا پرچارک ہے، تو چوتھا شانِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کا داعی ومبلغ۔ ہمارا یہ رویہ فرقہ بندی کے فروغ کا سبب بن رہا ہے، نہ جانے ہم یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ تمام نفوسِ قدسیہ کو دل وجان سے تسلیم کیے بغیر ہم مکمل مسلمان نہیں ہو سکتے۔اگر ہم تمام مقدسات کا ادب واحترام ملحوظ رکھیں تو فرقہ بندی کی لعنت سے چھٹکارا پا سکتے ہیں۔اقبال رحمۃ اللہ علیہ ہمیں جھنجھوڑتے ہوئے کہتے ہیں:

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی ، اللہ بھی ، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی، ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

دوسری اہم بات یہ ہے کہ ہم میں سے ایک بڑی تعداد عبادات کی بجا آوری میں مشغول رہتی ہے، جب کہ معاملات کو یک سر طور پر پسِ پشت ڈال چکی ہے۔ ہمارا یہ طرزِ عمل معاشرے میں بدامنی، بے چینی اور افراتفری کا باعث ہے۔ ہمیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اسلام، عقائد و عبادات اور معاملات کا حسین امتزاج ہے۔ اگر ہم ان تینوں جہات کو مدِ نظر رکھیں گے تو معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن سکتا ہے، بقول شاعر:

مجھ کو امید ہے کہ یہ دنیا　　ایک دن امن کا نگر ہو گی
غم کی شب جس قدر بھی لمبی ہو　　حوصلہ شرط ہے ، سحر ہو گی

سفارشات و تجاویز

① فرقہ پرستی نے ایک عرصے سے اہلِ اسلام کو انتشار اور افتراق میں مبتلا کر رکھا ہے، لیکن عصرِ حاضر کی فرقہ واریت انتہائی تشویش ناک ہے، جس نے ہر نفرت کے اندر تقسیم در تقسیم کے نقوش کو گہرا کر دیا ہے۔ یوں ایک فرقہ چھوٹے چھوٹے مسائل پر مزید کئی گروہوں اور فرقوں میں تقسیم ہو چکا ہے، جس کا سدباب بے حد ضروری ہے۔ سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ مکروہ عمل مقدس ہستیوں کے نام پر کیا جا رہا ہے۔ بظاہر نام اہلِ بیت اطہار علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ناموس کے تحفظ کا لیا جاتا ہے، لیکن بباطن بچی کھچی وحدت کی روح چھلنی کی جا رہی ہے۔ جید اور مؤثر علماء کو فوری طور پر اس کا حل نکالنا ہوگا۔ کتاب و سنت اور سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کی وقیع علمی آراء کو بنیاد بنا کر

مختلف فیہ امور میں حتی الوسع مطابقت اور توافق پیدا کرنے کی سبیل نکالنا ہوگی۔

(۲) خانوادۂ نبوت کا ایک ایک مقدس فرد محاسن و کمالات کا پیکر ہے، یہ تو ممکن ہے بوجوہ کسی کا قلبی میلان کسی ایک شخصیت کی طرف زیادہ ہو، لیکن یہ رویہ مناسب نہیں ہے کہ باقیوں کا تذکرہ اور ان کے مناقب کا بیان ہی چھوڑ دیا جائے، ان کی ولادت اور وصال کے ایام میں ہونٹ سی لیے جائیں اور سارا جوش وخروش ان ہستیوں کے دن منانے پر دکھایا جائے، جن کی طرف آپ کا میلانِ قلبی ہو۔ اس حوالے سے اہلِ بیتِ اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیادہ تر ہستیوں کے بارے میں ہمارے رویے بوجوہ سرد ہیں۔ مثلاً امہات المومنین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے مناقب روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں، لیکن ان کے یوم وصال کے مواقع پر شاید ہی کسی مذہبی تقریب کا اہتمام ہوتا ہو، بلکہ اکثریت کو یہ ایام یاد بھی نہیں ہوں گے۔ اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام کی گراں قدر شخصیات کو یوں تقسیم کر دینا ہرگز مناسب نہیں، جب کہ ان کے مابین کسی بھی ادنیٰ سی تقسیم کا شائبہ دور دور تک دکھائی نہیں دیتا۔ ہمیں خاندانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند افراد کو ماننے کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام قرابت داروں کا دل و جان سے احترام ملحوظ رکھنا چاہیے۔

(۳) سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خانگی معاملات اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوش گوار تعلقات کے حوالے سے مستند علمی ذخیرہ عوام الناس تک پہنچایا جائے تا کہ وہ اس کی رہنمائی میں اپنی خاندانی الجھنوں اور پیچیدگیوں کا مؤثر حل تلاش کر سکیں۔

(۴) اہلِ بیتِ اطہار اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مابین باہمی محبت و احترام کا تعلق تھا، قرآن وسنت کی کثیر نصوص اس پر گواہ ہیں۔ رہا معاملہ ان تاریخی روایات کا، جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ ان حضرات کے آپس کے تعلقات کشیدہ تھے اور یہ ایک دوسرے سے بغض وعناد رکھتے تھے، ہرگز ہرگز قابلِ اعتبار و اعتماد نہیں ہیں۔ ہمیں قرآن وسنت کو تاریخ پر پیش کرنے کی بجائے تاریخ کو قرآن وسنت کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے، تا کہ

وحدتِ امت کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکے۔ علاوہ ازیں صحابہ کرام اور اہلِ بیتِ اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی باہمی رشتہ داریوں اور تعلقات پر مشتمل مستند معلومات کو نصاب کا حصہ بنایا جائے، تا کہ نسلِ نو اس سے روشناس ہو سکے

⑤ مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو بعض لوگ اپنے مذموم مقاصد کے لیے بہت اچھالتے ہیں، لیکن اہلِ علم نے گہرے تدبر اور غور وفکر کے بعد سکوت کا جو راستہ تجویز کیا ہے، وہ اصوب، احوط اور احسن ہے۔ دیرینہ واقعات سے اِنتشار کشید کرنے کی بجائے سکوت کے راستے پر چلنا چاہیے اور ان ہستیوں کے معاملات اللہ پر چھوڑ دینے چاہئیں، کیونکہ ہم سے قبر وحشر کے بارے میں ان کی بابت نہیں پوچھا جائے گا، ہمیں قرآن کی دی ہوئی راہنمائی میں ان سب کے لیے دعا گو رہنا چاہیے، کیونکہ وہ ایمان لانے میں ہم پر سبقت لے گئے۔ اس ضمن میں ضروری ہے کہ صحابہ کرام اور اہلِ بیتِ اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے نفرت آمیز تحریر وتقریر پر پابندی عائد کی جائے۔

⑥ اگرچہ صحابہ کرام اور اہلِ بیتِ اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی توہین پر مجموعۂ تعزیرات پاکستان میں تعزیری سزا موجود ہے، لیکن ایسی قبیح وارداتوں پر مقدمات کے اندراج کی دشواری کا سامنا رہتا ہے۔ اگر مقدمہ درج ہو جائے تو ملزم کو سزا نہیں ملتی اور رہائی مل جاتی ہے، جس پر وہ ان مقدس ہستیوں کی توہین پر مزید جری ہو جاتا ہے۔ یہ معاملات حکومتی سطح پر بے حد توجہ طلب ہیں۔

⑦ بہت سا فساد متنازعہ اور گستاخانہ کتب کی اشاعت نے پھیلا رکھا ہے، حکومتی سطح پر اس کے سد باب کا کوئی مناسب انتظام موجو نہیں ہے۔ متحدہ علماء بورڈ خود صوبائی سطح کا کمزور سا ادارہ ہے، جس کی آئینی حیثیت نہیں ہے، چناں چہ یہ کسی بھی گستاخانہ تحریری مواد کے بارے میں فیصلہ کرنے کی حیثیت میں نہیں ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ کوئی مؤثر ادارہ گستاخانہ کتب اور تحاریر کی اشاعت پر مقدمہ درج کرانے کا اختیار رکھتا ہو، جو اپنی مدعیت میں مقدمہ درج کرائے اور ایسی متنازعہ کتب کا چناؤ کر کے

کم از کم انہیں کالعدم قرار دے اور ان کی مکرر اشاعت پر پابندی لگوائے۔

⑧ جاہل واعظین، نقیبانِ محافل اور بے عمل نعت خوانوں نے بھی بہت فساد برپا کر رکھا ہے، اب وہ وقت آ گیا ہے کہ حکومت پالیسی بنائے کہ محراب ومنبر تک دسترس کی اہلیت کیا ہے؟ مطلوبہ اہلیت نہ رکھنے والے کو محراب ومنبر اور محافل کے قریب بھی نہ پھٹکنے دیا جائے۔ خطابت کو ایک ذمہ داری کی حیثیت دی جائے، نہ کہ حق کی۔ اس حوالہ سے صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ادب واحترام کو یقینی بنایا جائے اور ان کی بے ادبی کے مرتکبین کو قانون کے مطابق مؤثر اور قرار واقعی سزائیں دی جائیں۔

⑨ ہمارے ہاں سوشل میڈیا بالکل شتر بے مہار کی طرح ہے، نہ کوئی ضابطۂ اخلاق اور نہ کوئی اصول۔ یہی وجہ ہے کہ توہینِ صحابہ کی سب سے بڑھ کر وارداتیں اسی میڈیا پر ہو رہی ہیں۔ اس پر قانونی کارروائی کا طریقۂ کار بھی پیچیدہ ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مؤثر حکومتی پالیسی تشکیل دی جائے اور اس پر مؤثر عمل درآمد کیا جائے۔

⑩ اختلافِ رائے فطری امر ہے، لیکن اس کی بنا پر لڑائی جھگڑے اور تعصب سے اجتناب اور باہمی احترام کو یقینی بنایا جائے۔ رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے تمام مسالک کی آراء اور ان کے مقدسات کا احترام ملحوظ رکھا جائے، نیز کسی بھی مکتبِ فکر کے اکابرین پر طعن وتشنیع سے گریز کیا جائے۔

⑪ یہاں اس بات کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ مقدس شخصیات کے حوالہ سے افراط وتفریط کا اصل سبب یہ ہے کہ تعاملِ امت کے برعکس پہلے مقدس شخصیات کے مابین تقابل کیا جاتا ہے، پھر معاملہ تفضیل تک جا پہنچتا ہے، جو مدِ مقابل شخصیت کی اہانت وتنقیص پر ختم ہوتا ہے۔ بے ادبی کا یہ شعلہ بالآخر ایمان کی سرسبز وشاداب کھیتی کو جلا کر خاکستر کر دیتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف منسوب نفوسِ قدسیہ کے مابین تقابل سے احتراز کیا جائے۔

مستانہ ہو رہا ہے زمانہ فرید کا

برصغیر پاک و ہند میں اشاعتِ اسلام اور فروغِ علم کے لیے صوفیہ عظام اور علماءِ کرام نے جو عظیم خدمات سرانجام دیں، وہ کسی بھی صاحبِ علم سے مخفی نہیں---انہی نابغہ روزگار شخصیات میں ایک نہایت ہی جلیل القدر اور فردِ فرید شخصیت، شیخ شیوخ الاسلام حضرت سیدنا بابا فریدالدین مسعود گنج شکر قدس سرہ العزیز کی ہے، جن کی مساعی جمیلہ سے پاکستان، خصوصاً جنوبی پنجاب کا جہالت زدہ علاقہ علم آشنا ہوا--- پھر علم و معرفت کا یہ نور آپ کے خلفاءِ کرام کے ذریعے پورے برصغیر اور وسط ایشیا تک جا پہنچا---

آپ شریعتِ مطہرہ کے متبع تھے، طریقت و تصوف کے لیے ظاہری علوم کی ترویج کو ضروری سمجھتے--- حضرت خواجہ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ داخلِ سلسلہ ہونے سے پہلے علوم متداولہ کی بہت سی کتب پڑھ چکے تھے، مگر اس کے باوجود آپ نے انہیں سلسلۂ تعلیم جاری رکھنے کا مشورہ دیا اور فرمایا:

''درویش کے لیے تھوڑا علم بھی ضروری ہے''---[اخبار الاخیار، صفحہ ۵۵]

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز اور دیگر احکام شرعیہ پر سختی سے کاربند تھے---۵ محرم الحرام ۶۶۴ھ/ اکتوبر ۱۲۶۵ء، نمازِ عشاء ادا کرنے کے بعد یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کا وِرد کرتے ہوئے واصل باللہ ہوئے---

ولایت و معرفت کا یہ آفتابِ عالم تاب غروب ہو گیا مگر دنیا کے سورج کی طرح اس پر رات نہیں--- کئی صدیاں گزر جانے کے باوجود آج بھی اس کی روشنی میں وہی حرارت اور تیزی ہے---

پاک پتن شریف میں آپ کا مزار مبارک مرجعِ خلائق ہے---آپ کے مزار پُرانوار کی پائنتی میں جنوبی دروازہ کو ''جنتی دروازہ'' اور ''بہشتی دروازہ'' کہا جاتا ہے، جو آپ کے عرس کے موقع پر ۵ محرم الحرام سے ۱۰ محرم الحرام تک ہر شب کھلتا ہے اور لاکھوں زائرین اس سے گزرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں---

[صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری زید مجدہ کی تصنیف ''حضرت گنج شکر'' سے ایک اقتباس]

وقت ---متاعِ بے بہا

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

وقت جس قدر قابلِ قدر نعمت ہے، عموماً اسی قدر اس سے غفلت برتی جاتی ہے۔ ہر نعمت کا کوئی نہ کوئی متبادل مل جاتا ہے یا اگر وہ ضائع ہو جائے تو اس کی تلافی کی جاسکتی ہے، مگر وقت ایسی نعمت ہے کہ اگر اس سے فائدہ نہ اٹھایا جائے تو بس حسرت ہی باقی رہ جاتی ہے۔ وقت لوٹایا نہیں جاسکتا۔ بچپن تو لاڈ پیار میں گزر جاتا ہے، ماں باپ اولاد پر سختی نہیں کرتے اور ان کی ہر تمنا پوری کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اکثر والدین خود وقت کی اہمیت سے غافل ہوتے ہیں، وہ اپنی اولاد کو وقت کی اہمیت کا کیا سبق دیں گے۔ جوانی آجائے تو بچپن کا گزرا ہوا زمانہ واپس نہیں آسکتا۔ اسی طرح جوانی کا زمانہ من پسند گزار لیا جائے اور بڑھاپا طاری ہو جائے تو جوانی کسی قیمت اور کسی حیلے واپس نہیں آسکتی۔ بڑھاپے میں جب انسان پر کمزوری آجاتی ہے، تو وہ اچھی غذائیں اور مقوی ادویات استعمال کرتا ہے، مگر کمزوری ہے کہ بڑھتی ہی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ مختلف بیماریاں اسے آلیتی ہیں اور موت قریب ہوتے نظر آنے لگتی ہے۔ اس پر حسرت طاری ہو جاتی ہے کہ جوانی کے قیمتی ایام بے فکری اور لہو ولعب

میں کیوں گزار دیے۔ مگر یہ سوچنا بے کار ہوتا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے:

ع گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں!

ہر انسان دوسروں کو مرتا دیکھتا ہے۔ یہ مرنے والے صرف بوڑھے ہی نہیں بلکہ جوان بھی ہوتے ہیں۔ زیادہ لوگ مرنے والے کا جنازہ پڑھتے ہیں اور پھر دنیا کے کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو میت کے ساتھ قبرستان تک جاتے ہیں اور مُردے کو قبر میں دفن کرتے ہیں، مگر اس منظر سے کم ہی عبرت حاصل کی جاتی ہے۔ عام مشاہدہ یہ ہے کہ جوان آدمی تو موت کو صرف بوڑھوں ہی کا حق سمجھتا ہے اور اپنی موت کو بہت دور دیکھتا ہے۔

مرنے کے بعد اگلی زندگی شروع ہو جاتی ہے اور زندہ انسانوں کے ساتھ مرنے والے کا تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ وہ قبر کی تنہائی اور تاریکی میں اکیلا رہ جاتا ہے۔ نہ مال اُس کے کسی کام آ سکتا ہے اور نہ سجن دوست اُس کا ساتھ دے سکتے ہیں۔ اب جو کچھ ہونا ہے بس اُسی کے ساتھ ہونا ہے۔ قبر ہی میں باز پُرس کا آغاز ہو جاتا ہے۔ مرتے ہی انسان پر واضح ہو جاتا ہے کہ اب کون سی چیز اُس کے کام آئے گی اور کون سی اُس کے لیے دکھ کا باعث ہو گی۔ خالقِ کائنات نے نیکی اور برائی کا شعور ہر شخص کی فطرت میں رکھ دیا ہے۔ یہ بھی بتا دیا گیا کہ نیکی کے کیا نتائج ہوں گے اور برائی کا کیا انجام ہو گا۔ جس نے دنیاوی زندگی اچھے کاموں میں گزاری ہو گی، اس کی اُخروی زندگی خوش گوار ہو گی اور جس نے غفلت کا مظاہرہ کیا ہو گا، وہ اذیت سے دوچار ہو گا۔ دُنیا میں تو کوئی نامناسب کام سرزد ہو جائے تو بندہ اس سے عبرت حاصل کر کے اپنا طریقہ بدل لیتا ہے اور نقصان دہ کام کو چھوڑ دیتا ہے، مگر آخری سانس لیتے ہی انسان کے لیے یہ موقع ختم ہو جاتا ہے۔ اب تو اس کے بدلے میں سزا ہی برداشت کرنا ہو گی۔ مرنے کے بعد دنیا میں واپسی نہیں ہو گی، یہ حقیقت ہر انسان جانتا ہے۔ اس کے باوجود دُنیا کی زندگی کے ماہ و سال کو غفلت میں گزارنا کس قدر حماقت ہے۔

قرآن مجید میں ہے کہ جب آدمی مر جائے گا تو تمنا کرے گا کہ کاش! مجھے دنیا میں واپس لوٹا دیا جائے تو اب اچھے کام کروں گا اور بُرائیوں سے بچوں گا۔

ہمارے دین میں دنیا کی حقیقت کو بار بار واضح کیا گیا ہے کہ ہر شخص کو جو مہلتِ عمر ملی ہے وہ آنے والی حقیقی اور پائیدار زندگی کے لیے تیاری کا موقع ہے۔ انسان جو بوئے گا وہی کاٹے گا۔ اس کے اچھے کام انعام کا باعث ہوں گے، جب کہ بُرے کام سزا دلائیں گے:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی ، جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے، نہ ناری ہے!

یہ بات لازم نہیں ہے کہ دنیا میں نیکی کا اچھا بدلہ اور برائی کی سزا ملے۔ ایسی مثالیں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اصل بدلہ تو آخرت میں ملے گا، جب اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی ہوگی۔

انسان سے پوچھا جائے گا کہ تمھیں جوانی کے جو اوقات ملے تھے، وہ کیسے گزارے؟ بڑھاپا کن مشاغل میں گزارا؟ مال کیسے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ ان سوالوں کا جواب ربّ العزت کے سامنے دینا پڑے گا، جہاں کوئی بہانہ کام آئے گا، نہ بندہ جھوٹ بول کر جان چھڑا سکے گا۔ گویا اپنے کیے ہوئے ہر چھوٹے بڑے عمل کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ انسان کے اچھے برے اعمال ریکارڈ ہو رہے ہیں۔ یومِ حساب اگر انسان چاہے گا کہ وہ غلط بیانی کر لے تو اس کے ہاتھ، پاؤں اور دوسرے اعضاء بول کر بتا دیں گے کہ اس نے یہ کام کیا تھا۔ جس جگہ پر بُرائی کی ہوگی، وہ بھی گواہی دے گی کہ اس نے یہاں یہ گناہ کیا تھا۔ جب حساب کتاب کی یہ کیفیت ہوگی، تو پھر کیسے کوئی اپنے گناہوں کے انجام سے بچ سکتا ہے!

قرآن مجید میں سورۃ الزلزال کے آخر میں ارشاد ہے:

''جس نے ذرّہ برابر نیکی کی ہوگی وہ دیکھ لے گا اور جس نے ذرّہ برابر بُرائی کی ہوگی، وہ بھی اسے دیکھ لے گا'' ---

گویا صرف بڑے بڑے گناہ ہی نہیں دیکھے جائیں گے، بلکہ چھوٹے گناہ بھی قابلِ گرفت ہوں گے۔ اسی طرح کوئی نیک کام چھوٹا ہو یا بڑا، ثواب کا باعث بنے گا۔ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے، لہٰذا وہ اپنی نیکیوں پر نہ اترائے، بلکہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی بخشش کا طالب رہے۔ دوسری جانب گناہ گار اپنے گناہوں کے سبب مایوس نہ ہو، کیونکہ اللہ کی رحمت بے حساب ہے۔ اس امید اور خوف کے درمیان ہی سیدھا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے

بخش دے اور جس کو چاہے سزا دے۔

یہاں ایک بات یاد رکھنے کی ہے کہ کوئی انسان دوسرے انسان کا نقصان نہ کرے، اُس کا حق نہ مارے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق تو جس کے لیے چاہے گا معاف کر دے گا، مگر حقوق العباد کے معاملے میں دخل نہ دے گا۔ جس نے دوسروں کی حق تلفی کی ہوگی، اسے حق دار کو حق ادا کرنے کا کہا جائے گا۔ اُس جہان میں حق ادا کرنے کی صورت یہ ہوگی کہ حق دار کو حق تلف کرنے والے کی نیکیاں دی جائیں گی۔ اگر نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو حق دار کے گناہ حق تلف کرنے والے کے کھاتے میں ڈالے جائیں گے۔

الغرض دنیا کی زندگی میں ملا ہوا وقت جسے عمر کہتے ہیں، انتہائی اہم ہے۔ اس کو ضائع کرنے والا پچھتائے گا، مگر یہ پچھتانا بے سود ہوگا۔ دانا وہی ہے جو اس عارضی زندگی میں اللہ کی پسند کے کام کرے اور اس کی ناراضی والے کاموں سے بچے۔ کسی کا حق نہ کھائے۔ جھوٹ، فریب اور رشوت کی کمائی سے باز رہے، کیونکہ لوگوں کا لوٹا اور کھایا ہوا مال آخرت میں کسی صورت واپس نہ کر سکے گا۔ یوں وہ آخرت کی سزا کا مستحق بن جائے گا۔ دنیا کی آگ کے مقابلہ میں دوزخ کی آگ ستر گنا تیز ہوگی۔

ہر شخص کی عمر وقت کی ایک مقدار ہے۔ عمر کے جو لمحات گزر گئے، وہ ہرگز واپس نہیں آ سکتے۔ اگر وہ غفلت میں اور بے احتیاطی میں گزر گئے، تو افسوس صد افسوس! دانش مندی یہ ہے کہ جو وقت اپنے پاس ہے، اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے۔ گزرے ہوئے لمحات کی غلطیوں سے عبرت حاصل کر کے آئندہ کا وقت احتیاط کے ساتھ گزارا جائے:

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اِک اور گھٹا دی!

ہر شخص لمحہ بہ لمحہ موت سے قریب تر ہو رہا ہے۔ عمل کی مہلت گھٹتی جا رہی ہے۔ اس متاعِ بے بہا کو غفلت میں گزارنا انتہائی خطرناک ہے۔ اسے پسندیدہ اعمال میں بسر کرنے والا شخص ہی آئندہ زندگی میں حقیقی طور پر کامیاب اور خوش و خرم رہے گا۔

شانِ حق آشکار زِ شانِ محمد ﷺ است

حق جلوہ گر، زِ طرزِ بیانِ محمد ﷺ است
آرے کلامِ حق، بزبانِ محمد ﷺ است

''حضور نبی کریم ﷺ کے بیان میں ذاتِ خداوندی جلوہ گر ہے، واقعی کلامِ حق حضور ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہوتا ہے''---

آئینہ دارِ پرتوِ مہر است ماہتاب
شانِ حق آشکار زِ شانِ محمد ﷺ است

''ماہتاب سورج کے عکس کا آئینہ دار ہے، حضرت رسول اللہ ﷺ کی شان وعظمت سے خدا کی عظمت وشان کا پتا چلتا ہے''---

تیرِ قضا، ہر آئنہ در ترکشِ حق است
اما، کُشادِ آں زِ کمانِ محمد ﷺ است

''قضا کا تیر بلا شبہ حق ہی کے ترکش میں ہوتا ہے، لیکن یہ تیر حضور ﷺ کی کمان سے چلتا ہے''---

دانی، اگر بہ معنیٔ ''لولاک'' وا رسی
خود ہر چہ از حق است ازانِ محمد ﷺ است

''اگر تو لولاک کے معنی پوری طرح سمجھ لے، تو تجھ پر یہ بات واضح ہو جائے گی، جو کچھ خدا کا ہے وہ حضور ﷺ ہی کا ہے''---

ہر کس، قسم بداں چہ عزیز است، می خورد
سوگندِ کردگار، بجانِ محمد ﷺ است

''ہر کوئی اس چیز کی قسم کھاتا ہے جو اسے عزیز ہوتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ جانِ محمد ﷺ کی قسم کھاتا ہے''---

واعظ حدیثِ سایۂ طوبیٰ فرو گزار
کاینجا، سخن زِ سروِ روانِ محمد ﷺ است

''اے واعظ! تو طوبیٰ کے سائے کی بات چھوڑ دے، کیونکہ یہاں حضرت محمد ﷺ کے قد مبارک کی بات ہو رہی ہے''---

بنگر دو نیمہ گشتنِ ماہِ تمام را
کاں نیمہ جنبشے زِ بنانِ محمد ﷺ است

''تو ذرا چودھویں کے چاند کے دو ٹکڑے ہوتے دیکھ، یہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مبارک انگلیوں کے ذرا سے اشارے کا نتیجہ ہے''---

ور خود زِ نقشِ مُہرِ نبوت سخن رود
آں نیز نامور زِ نشانِ محمد ﷺ است

''اور اگر مہرِ نبوت کے نشان کے بارے میں بات ہو، وہ بھی حضور ﷺ کا نشان ہونے کی نسبت سے نامور ہوا ہے''---

غالب ثنائے خواجہ بہ یزدان گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد ﷺ است

غالبؔ نے حضور ﷺ کی نعت کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا ہے، کیونکہ وہ ذاتِ پاک ہی حضرت محمد ﷺ کی شان وعظمت سے صحیح معنوں میں آگاہ ہے''---

مرزا اسد اللہ خان غالب

مرسلہ: طارق محمود

مرتے ہوئے کلمہ کیوں نصیب نہیں ہوتا؟

ایک ڈاکٹر کے مشاہدات و تجربات

ابنِ آدم

میرے جاننے والے ایک حافظِ قرآن کی بیوی کو گردن توڑ بخار ہوگیا، وہ میرے وارڈ میں داخل تھیں اور علاج سے کافی افاقہ ہورہا تھا۔ ایک دن شام کے وقت مجھے وارڈ کی نرس نے ٹیلی فون پر بتایا کہ وہ بی بی اونچی آواز میں کلمے پڑھ رہی ہیں۔ میں گھر سے بھاگا جب وارڈ میں پہنچا تو وہ اللہ کو پیاری ہو چکی تھیں ۔ یہ مرحومہ نماز روزے کی پابند اور حافظہ بتائی جاتی تھیں۔

ایک نوجوان دل کے مرض میں میرے پاس زیرِعلاج تھا۔ میں اسے دیکھنے گیا تو وہ ریڈیو پر گانے سننے میں مشغول تھا۔ مجھے پتا تھا کہ اس کا مرض لاعلاج ہے، میں نے اسے قرآن پاک پڑھنے کی ترغیب دی تو کہنے لگا کہ میں حافظِ قرآن ہوں، قرآن بھی پڑھتا ہوں اور گانے بھی سنتا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ کون سا کام زیادہ کرتے ہو؟ کہنے لگا، گانے کو زیادہ وقت دیتا ہوں۔ جب مر رہا تھا، تو منہ سے گانے کی آواز آرہی تھی، کلمہ نصیب نہ ہوا۔ کیسی بدنصیبی ہے کہ اللہ کے کلام کو گانے سے کم تر سمجھا تو موت کے وقت کلمہ جیسی عظیم نعمت سے محرومی ہوئی۔

ایک ڈاکٹر آخری وقت میں ریڈرز ڈائجسٹ طلب کر رہا تھا اور ان کی بیگم پاس کھڑی کلمہ کی تلقین کر رہی تھیں۔ جب وہ فوت ہوگئے تو ان کی بیگم نے بتایا کہ انہیں ریڈرز ڈائجسٹ پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ کیونکہ یہ ان کی محبوب چیز تھی، اس لیے موت کے

وقت بھی اس کی طلب تھی۔

☜ ایک زمین دار موت کے وقت بار بار یہ دریافت کر رہا تھا کہ بھینس کو چارا ڈالا ہے؟ یہ شکایت جب اس کے رشتہ داروں نے آ کر کی، تو میں چونک اٹھا اور سمجھ لیا کہ اس کا آخری وقت ہے، کیونکہ اس کی ساری زندگی بھینس اور چارے میں گزری ہے، اس لیے مرتے وقت وہی چیز سامنے آئی اور کلمہ سے محروم ہو گیا۔

☜ ایک مریض میرے وارڈ میں داخل تھا، اس کا مرض یک دم شدید ہو گیا۔ میں نے نرس کو ٹیکہ لگانے کو کہا۔ نرس نے ٹیکہ لگایا تو مریض نے اسے بہت گندی گالی دی۔ اس پر نرس نے دوسرا ٹیکہ لگانے سے انکار کر دیا تو میں نے ٹیکہ لگایا، تو مجھے بھی گندی گالی دی اور تھوڑی دیر بعد مر گیا۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ گالی دینا اس کا تکیہ کلام تھا۔ ہر بات پر گالی دیتا، جس کی وجہ سے موت کے وقت یہی چیز نصیب ہوئی۔

☜ میرے وارڈ میں ایک نوجوان گردے فیل ہونے سے مرا، تین دن تک اس پر نزع کی حالت رہی اور اتنی بری موت مرا کہ پچھلے چالیس سال سے میں نے ایسی موت نہیں دیکھی، میں ابھی بھی اس کا سوچوں تو مجھے خوف آ جاتا ہے۔ مرنے سے دو دن پہلے اس کی یہ کیفیت تھی کہ اس کا منہ نیلا ہو جاتا، آنکھیں نکل آتیں اور منہ سے دردناک آواز نکلتی، جیسے کوئی اس کا گلا دبا رہا ہو۔ مرنے سے ایک روز قبل یہ حالت اتنی شدید ہوئی کہ وارڈ سے دوسرے مریض بھاگنا شروع ہو گئے۔ اس کا باپ آیا اور میری ترلے منتیں کرنے لگا کہ اس کو زہر کا انجکشن لگا دوں، لیکن میں نہیں مانا، کیونکہ بحیثیت ڈاکٹر مجھے یہ زیبا نہیں تھا۔ اس نوجوان کی حالت جب برداشت سے باہر ہوئی، تو اس کو ایک دوسرے کمرے میں شفٹ کیا گیا، جہاں ایک دن بعد وہ اسی کربناک حالت میں مر گیا۔ بعد میں پوچھنے پر اس کے والد نے بتایا کہ یہ اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لیے اپنی ماں کو مارا کرتا تھا اور میں اس کو بہت روکا کرتا تھا کہ بدبخت! ایسا نہ کر، تیری ماں ہے۔ ڈاکٹر صاحب! یہ بری موت اسی کا نتیجہ ہے۔

یاد رکھیں انسان مرتے وقت وہی کام کرتا ہے، جس کو دنیا میں وہ زیادہ سے زیادہ کرتا ہے۔ اپنے آپ سے پوچھیے کہ آپ کون سا کام سب سے زیادہ کرتے ہیں اور وہی کام کرتے ہوئے موت آ گئی تو کیا رب کو منہ دکھا سکیں گے؟ لہٰذا چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر کرتے رہیں اور گھر میں اپنے اہل خانہ کو، دوستوں کو، اعزہ واقربا کو اور جس جس کو کہہ سکیں، یہی تلقین کریں۔

❀❀❀❀❀

ہم کیا کھا رہے ہیں؟

ڈاکٹر محمد صدیق بابر اعوان

اہلِ مغرب نے روزمرہ استعمال کی بہت سی اشیاء میں سور کی چربی ملا رکھی ہوتی ہے، جسے وہ واضح لکھنے کی بجائے کوڈ میں لکھتے ہیں، جس کا ہمیں پتا نہیں چلتا۔ لہٰذا کوڈ چیک کریں اور احتیاط کریں۔

پہلے پہل مغربی ممالک، جن میں یورپ بھی شامل تھا، ان کی پہلی ترجیح سوٴر (Pig) کا گوشت ہوتا تھا، ان ممالک میں اس جانور کی افزائش کے لیے صرف فرانس ہی میں 42000 سے زیادہ فارم بنائے گئے تھے۔ اس جانور میں دوسرے جانوروں کی نسبت بہت زیادہ چربی پائی جاتی ہے، لیکن یورپ اور امریکہ کے لوگ چربی کھانا پسند نہیں کرتے۔ تقریباً 60 سال پہلے عموماً اسے جلا دیا جاتا تھا، پھر انہوں نے سوچا کیوں نہ اسے استعمال میں لایا جائے، تو سب سے پہلے انہوں نے صابن بنانے کا کامیاب تجربہ کیا۔ اس کے علاوہ وہ اس چربی کو کیمیکل لگاتے، اسے پیک کرتے، مارکیٹ میں بھیج دیتے اور دوسری کمپنیاں اسے خرید لیتیں۔ پھر یوں ہوا کہ تمام یورپی ممالک نے ایک قانون وضع کیا، جس میں یہ شق رکھی گئی کہ تمام فوڈ کمپنیاں، میڈیسن کمپنیاں اور ذاتی استعمال کی چیزیں بنانے والی کمپنیاں

اجزائے ترکیبی کی فہرست میں اسے (Pig Fat) کے طور پر لکھیں گی۔

ہم تھوڑا پیچھے جنوب مغربی ایشیا کی تاریخ پر نظر ڈالیں، جب 1857ء کی جنگ آزادی کے وقت جو رائفل بلٹس (گولیاں) بن رہی تھیں، وہ یورپ میں بنائی جاتی تھیں اور برصغیر میں بذریعہ بحری سفر کے پہنچائی جاتی تھیں، انہیں یہاں تک پہنچنے میں کئی مہینے لگ جاتے تھے اور ان پر لگا گن پاؤڈر سمندر کی نمی کے باعث خراب ہو جاتا تھا۔ پھر شیطانی دماغوں نے پلان بنایا کہ بلٹس پر بھی چربی کی تہہ چڑھادی جائے اور وہ چربی کی تہ دانتوں سے اتارنی پڑتی تھی، تب جا کے اس بلٹ کو استعمال میں لایا جاتا تھا۔

مجاہدین اور سبزی خور ہندوؤں نے یہ بلٹس چلانے سے انکار کر دیا، لہٰذا یورپی لوگوں نے اس بات کو بھانپتے ہوئے اس پر (Pig Fat) کی جگہ جانور کی چربی لکھنا شروع کر دیا۔ جب مسلمان ممالک نے ان کمپنیوں سے پھر تقاضا کیا کہ یہ کون سے جانور کی چربی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ گائے اور بھیڑ کی چربی ہے۔ پھر یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ یہ بھی ''حرام'' ہے، کیونکہ انہیں اسلامی طریقہ سے ذبح نہیں کیا گیا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''تم پر سور کا گوشت، جانوروں کا خون اور جن پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، وہ کھانا حرام ہے''---[المائدۃ،۵:۳]

ایک اور جگہ پر ارشاد ہے:

''جس میں تمہیں کسی قسم کے بھی شبہ کا احتمال ہو تو اسے چھوڑ دو، یہی تمہارے حق میں بہتر ہے''---

آخر کار انہوں نے کوڈنگ لینگویج (coding language) کے استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس طرح صرف ان کا فوڈ ڈیپارٹمنٹ ہی جانتا تھا کہ وہ کیا استعمال کر رہے ہیں اور یوں ایک عام آدمی کو اپنی چالاکی اور مکاری سے حرام کے اندھے کنویں میں پھینک دیا۔ لہٰذا انہوں نے (E-Codes) کے نام سے اس کا آغاز کیا۔ تمام بین الاقوامی اداروں اور کمپنیوں نے (E-Ingrdeient) کو خوش آمدید کہا اور اس میں شامل ہو گئیں۔ چند ایک اشیاء جن میں ان Pig Fat کا زیادہ استعمال ہوتا ہے، وہ یہ ہیں:

ٹوتھ پیسٹ، شیونگ کریم، چیونگم، چاکلیٹ، سوئیٹس، بسکٹس، کارن فلاسکس، ٹافیاں، صابن اور ڈبوں میں بند خوراک۔

بین الاقوامی کمپنی کی پیک شدہ اشیاء کو استعمال کرنے سے پہلے اس چیز کے اجزائے ترکیبی میں مندرجہ ذیل E-Codes دیکھ لیں، اگر ان میں سے کوئی بھی کوڈ لکھا ہے، جو مندرجہ ذیل لسٹ سے مطابقت رکھتا ہو، تو وہ نہ کھائیں، کیونکہ اس میں (Pig Fat) کا استعمال کیا گیا ہے۔

E-153	E-141	E-140	E-120	E-110	E-100
E-252	E-234	E-216	E-214	E-213	E-310
E-334	E-327	E-326	E-325	E-280	E-270
E-432	E-431	E-430	E-337	E-336	E-335
E-472	E-471	E-470	E-442	E-440	E-433
E-478	E-477	E-476	E-475	E-474	E-473
E-493	E-492	E-491	E-483	E-482	E-481
E-621	E-572	E-570	E-542	E-495	E-494
	E-904	E-635	E-631		

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

”اور میری حلال کردہ چیزوں سے کھاؤ، پیو، مگر اسراف نہ کرو“---

[الاعراف، ۷:۳۱]

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

”اور نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو“---[آل عمرٰن، ۳:۱۱۰]

آج ہم پریشان ہیں کہ ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں ہو رہی ہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم حرام کھا رہے ہوں اور ہمیں پتا تک نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مغربی تہذیب کے علم بردار یہود و نصاریٰ کے شیطانی حربوں سے بچائے۔

✧✧✧✧✧

نقشہ اوقات نماز برائے بصیر پور شریف و مضافات --- ماہ جولائی 2022ء

تاریخ	صبح صادق، ابتدائے فجر وختم سحری	طلوعِ آفتاب، انتہائے فجر	ضحوۂ کبریٰ	ابتداء وقت ظہر	اخیر مثل اوّل	اخیر مثل دوم آغاز وقت عصر	غروب آفتاب	وقت عشاء
-	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا
1	3:28:29	5:03:36	11:20:53	12:08:31	3:46:17	5:03:38	7:13:18	8:48:19
2	3:28:59	5:04:00	11:21:08	12:08:42	3:46:30	5:03:45	7:13:17	8:48:11
3	3:29:31	5:04:25	11:21:22	12:08:53	3:46:43	5:03:51	7:13:14	8:48:00
4	3:30:04	5:04:50	11:21:37	12:09:04	3:46:56	5:03:56	7:13:09	8:47:48
5	3:30:39	5:05:17	11:21:51	12:09:15	3:47:09	5:04:00	7:13:03	8:47:33
6	3:31:14	5:05:44	11:22:05	12:09:25	3:47:21	5:04:04	7:12:56	8:47:17
7	3:31:52	5:06:12	11:22:19	12:09:35	3:47:33	5:04:07	7:12:47	8:46:58
8	3:32:30	5:06:41	11:22:33	12:09:45	3:47:45	5:04:09	7:12:36	8:46:37
9	3:33:10	5:07:10	11:22:47	12:09:54	3:47:56	5:04:10	7:12:25	8:46:15
10	3:33:50	5:07:40	11:23:01	12:10:02	3:48:07	5:04:10	7:12:11	8:45:50
11	3:34:32	5:08:11	11:23:14	12:10:10	3:48:18	5:04:09	7:11:56	8:45:24
12	3:35:15	5:08:42	11:23:27	12:10:18	3:48:28	5:04:08	7:11:40	8:44:55
13	3:35:59	5:09:14	11:23:40	12:10:25	3:48:38	5:04:05	7:11:22	8:44:25
14	3:36:43	5:09:46	11:23:53	12:10:32	3:48:47	5:04:02	7:11:02	8:43:53
15	3:37:29	5:10:19	11:24:05	12:10:38	3:48:56	5:03:57	7:10:41	8:43:19
16	3:38:15	5:10:52	11:24:17	12:10:44	3:49:04	5:03:52	7:10:19	8:42:43
17	3:39:02	5:11:26	11:24:29	12:10:49	3:49:11	5:03:45	7:09:55	8:42:05
18	3:39:50	5:12:00	11:24:40	12:10:54	3:49:18	5:03:38	7:09:30	8:41:26
19	3:40:39	5:12:35	11:24:51	12:10:58	3:49:25	5:03:30	7:09:03	8:40:45
20	3:41:28	5:13:10	11:25:02	12:11:02	3:49:31	5:03:20	7:08:35	8:40:02
21	3:42:18	5:13:45	11:25:12	12:11:05	3:49:36	5:03:10	7:08:06	8:39:18
22	3:43:09	5:14:21	11:25:22	12:11:08	3:49:40	5:02:58	7:07:35	8:38:32
23	3:44:00	5:14:57	11:25:31	12:11:10	3:49:44	5:02:46	7:07:02	8:37:44
24	3:44:51	5:15:33	11:25:40	12:11:11	3:49:47	5:02:33	7:06:29	8:36:55
25	3:45:43	5:16:10	11:25:48	12:11:12	3:49:49	5:02:18	7:05:53	8:36:04
26	3:46:36	5:16:46	11:25:56	12:11:12	3:49:51	5:02:03	7:05:17	8:35:12
27	3:47:28	5:17:23	11:26:04	12:11:12	3:49:51	5:01:46	7:04:39	8:34:19
28	3:48:21	5:18:00	11:26:10	12:11:11	3:49:51	5:01:28	7:04:00	8:33:23
29	3:49:14	5:18:37	11:26:17	12:11:10	3:49:50	5:01:10	7:03:20	8:32:27
30	3:50:07	5:19:15	11:26:23	12:11:08	3:49:49	5:00:50	7:02:38	8:31:29
31	3:51:01	5:19:52	11:26:28	12:11:05	3:49:46	5:00:29	7:01:55	8:30:30

● ...... **گھڑیاں درست رکھیں**

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ 567

زکوۃ، صدقات اور عطیات کا قابل اعتماد مصرف

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ

اپنے پیارے مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے آپ کے پاس بہترین موقع موجود ہے

بصیرپور شریف

اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہوا سرمایہ ضائع نہیں ہوتا، آج ایک روپیہ دیجئے، آخرت میں لاکھوں کا اجر پایئے

مہمانانِ رسول کریم ﷺ کے دست و بازو بنیے، یہ آپ کی توجہ کے منتظر ہیں، اصحاب صفہ کے پیروکار

قوم کے یہ سپوت ملت اسلامیہ کے پاسبان اور آپ کی امنگوں کے ترجمان ہیں

ان کی کفالت کیجیے

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور شریف

میں زیر تعلیم درس نظامی اور حفظ ناظرہ کے طلبہ و طالبات کی تعلیم، رہائش، خوراک اور میڈیکل وغیرہ کے واجبی اخراجات ادارہ برداشت کرتا ہے-- سالانہ اخراجات تین کروڑ روپے سے زائد ہیں-

ایک طالب علم پر ماہانہ پینتیس سو روپے (3500/-) روپے خرچ آتا ہے، خدمت دین کے جذبہ سے سرشار مخیر حضرات توجہ فرما کر کم از کم ایک بچے کی مکمل اور مستقل کفالت اپنے ذمہ لے لیں---

آپ کے تعاون سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے والا عالم دین ترویج و اشاعت دین اور فروغ علم کی خدمات سرانجام دے کر آپ کے لیے اور آپ کے مرحومین کے لیے ایصال ثواب اور صدقہ جاریہ کا ذریعہ بن سکتا ہے---

اپنی زکوۃ، صدقات، عشر اور دیگر عطیات جمع کروائیں،

اکاؤنٹ نمبر: 03061988588 بینک: نیشنل بنک آف پاکستان (بصیرپور 0310)

IBAN: PK34NBPA0310003061988588

رابطہ کے لیے: مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور شریف ضلع اوکاڑا

044-4771014-0300-4321088

Monthly NOOR UL HABIB Baseer Pur Sharif 83 July 2022ء

Book No. 34 Serial No. 7
July-2022
Monthly "NOOR-UL-HABIB" Basirpur
Regd No. PS / CPL - 25
ISSN 1993-4238



دینی درد اور علوم اسلامیہ سے محبت رکھنے والے احباب کو
اس کارِ خیر میں حصہ ڈالنے کی دعوت دی جاتی ہے
آپ کے صدقات، زکوٰۃ، خیرات، غلہ جات، دیگر عطیات
اور

قربانی کی کھالیں

آپ کے لیے صدقۂ جاریہ اور دنیا و آخرت
کی بھلائی کا ذریعہ بنیں گی۔ ان شاء المولیٰ تعالیٰ

نوٹ: عطیات کی رقم براہ راست یا بذریعہ بنک بھجوائیں

(صاحب زادہ) محمد محبّ اللہ نوری
مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف ضلع اوکاڑا

بینک: نیشنل بنک آف پاکستان (بصیر پور 0310)
اکاؤنٹ نمبر: 03061988588
IBAN: PK34NBPA0310003061988588
موبائل نمبر: 0300-4321088, 0345-7526622, 0306-5696666